مختصر

تاریخِ کشمیر

محمد امین پنڈت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر

تاریخ کشمیر

مترجم

محمد امین پنڈت

ناشر	محمد امین پنڈت
مطبع	مرکنٹائل پریس سرینگر
تعداد }	ایک ہزار
پہلا ایڈیشن }	
قیمت فی کاپی	تین ۳ روپے

اکتوبر سنہ ۱۹۶۲ء

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

تعارف

میرے عزیز دوست جناب محمد امین پنڈت صاحب نے موجز التواریخ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ یہ نسخہ اصل میں فارسی زبان میں ان کے والد مرحوم محمد سیف الدین پنڈت صاحب نے لکھا تھا۔ مترجم نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ کتاب ۱۳۲۴ ہجری میں لکھی گئی ہے اور موجز التواریخ اس کا تاریخی نام ہے۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ موجز التواریخ کے اعداد ۱۳۰۴ ہیں، ۱۳۲۴ نہیں۔ ہو سکتا ہے کتاب ۱۳۰۴ ہجری میں ہی لکھی گئی ہو۔

کتاب کے متعلق مترجم نے اپنے تمہیدی نوٹ میں لکھا ہے کہ یہ کوئی مفصل تاریخ نہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے ایک ہینڈ بک ہے جو تاریخ کشمیر کے اہم واقعات سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ مترجم کا یہ اندازہ بالکل صحیح ہے۔ یہ کتابچہ کشمیر کی تاریخ کے اہم واقعات کا ایک کیٹالاگ [catalogue] سا ہے، اور تاریخ سے شغف رکھنے والے حضرات کو کشمیر کی مفصل تاریخی کتابوں کی ورق گردانی سے نجات دلانے کے لئے ایک اچھا نسخہ ہے۔ مترجم نے تمام ابواب کے ساتھ توضیحی نوٹ دے کر کتاب کے بے حد مختصر واقعات کا کسی قدر تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اور اس سے وہ تشنگی دور ہو جاتی ہے، جو اصل کتاب کے ایجاز سے پیدا ہو جاتی ہے۔

ترجمہ کرنے اور اپنے نوٹ لکھنے میں امین صاحب نے کافی وسعت نظر سے کام لیا ہے۔ البتہ کہیں کہیں طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں وہ اس کی طرف توجہ دیں گے۔ والسلام

میر غلام رسول نازکی

کاٹھی دروازہ
یکم ستمبر ۱۹۶۲ء
یکم ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

سبحان اللہ

ترتیب

نمبر شمار		کیفیت	صفحہ نمبر
۱	بیان مترجم		۴
۲	پہلا باب	کشمیر قدیم اور جدید	۱۵
۳	دوسرا باب	طوفانِ نوحؑ کے بعد	۳۶
۴	تیسرا باب	پانڈوؤں کی حکومت	۴۰
۵	چوتھا باب	حضرتِ سلیمانؑ کی آمد	۵۵
۶	پانچواں باب	سکندرِ اعظم کی آمد	۶۳
۷	چھٹا باب	بکرمی دور کا آغاز	۶۹
۸	ساتواں باب	کارکوٹ راجوں کی حکومت	۷۴
۹	آٹھواں باب	حکومتِ راجہائے خمار	۸۳
۱۰	نواں باب	سلطان محمود کی آمد	۹۱
۱۱	دسواں باب	اسلام کی ترویج و اشاعت	۱۰۳
۱۲	گیارہواں باب	حکومت سلاطین کشمیر	۱۱۰
۱۳	بارہواں باب	چک خاندان کی حکومت	
۱۴	تیرہواں باب	مغل بادشاہوں کا دور	۱۲۴
۱۵	چودھواں باب	نادر شاہ کا حملہ	۱۵۹
۱۶	پندرہواں باب	افغانوں کی حکومت	۱۶۵
۱۷	سولہواں باب	دربارِ لاہور	۱۷۶
۱۸	سترہواں باب	ڈوگرہ راج کا ایک سو سال	۱۸۴
۱۹	ضمیمہ	فہرست کتب متعلقہ کشمیر	۱۹۳

محمد امین پنڈت

مختصر

تاریخ کشمیر

ترجمہ

تاریخ جدولی کشمیر

موسومہ بہ

موجز التواریخ

۱۳۲۴ھ

تالیف محمد سیف الدین پنڈت کشمیری مرحوم

ترجمہ محمد امین پنڈت خلف محمد سیف الدین پنڈت مرحوم

کتبہ: یوسف ایپتی

بیانِ مترجم

"سمندر کو کوزے میں بند کرنا" محاورہ تو ہے لیکن اسے عملاً صحیح ثابت کرنا ناممکن نہ سہی لیکن مشکل تو ضرور ہے۔ کشمیر کی پوری ہسٹری یا تواریخ کو چند اوراق میں قلمبند کرنا بالکل ایسا ہی معاملہ ہے جیسے سمندر کو کوزے میں بند کرنا اور یہ کام اس وجہ سے بھی زیادہ مشکل بن جاتا ہے کہ کشمیر واحد ایسا خطہ ہے جس کی قدیمی تاریخ تحریری طور پر بلکہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے، یہ صورت بہت کم ملکوں کو حاصل ہے، دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جس کی تحریری تاریخ حضرت نوحؑ کے طوفان کے وقت سے لے کر آج تک محفوظ حالت میں ہو جیسا کہ کشمیر میں موجود ہے۔

کشمیر اور کشمیریوں کے لئے یہ امر بجا طور پر باعث فخر ہے لیکن جب کسی مورخ کو یہ کہا جائے کہ کشمیر کی تاریخ کو مختصر کر کے اس طرح سے پیش کیا جائے کہ اس کی روح بھی قایم رہے تو یہ کوئی معمولی کام نہیں جو عام انسانوں کے بس کی بات نہیں۔

میرے والد مرحوم خواجہ محمدؐ سیف الدین پنڈت کشمیری نے آج سے تقریباً نصف صدی پہلے یہی کام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ظاہر ہے کہ

محنت شاقہ کے ساتھ اور عرق ریزی کے بعد ہی وہ اس کام میں کامیاب ہوئے اور ۱۳۲۴ سنہ ہجری مطابق ۱۹۶۳ سنہ بکرمی بموجب ۱۹۰۶ سنہ عیسوی میں انہوں نے فارسی میں "تاریخ جدولی کشمیر" موسوم بہ "موجز التواریخ" شایع کی۔

اس کتاب کے عنوان کی خوبی یہ ہے کہ ایک تو یہ کتاب جدول یعنی تاریخ وار نقشہ کی صورت میں پیش کی گئی ہے اور اس کے دوسرے نام "موجز التواریخ" سے ابجد حساب کے مطابق ۱۳۲۴ سنہ ہجری کی تاریخ ظاہر ہوتی ہے جو اس کتاب کی تاریخ اشاعت بھی ہے۔ یہ کتاب خادم پنجاب پریس لاہور میں چھپوائی گئی تھی۔

جیسا کہ اوپر ظاہر کیا گیا ہے یہ کتاب انتہائی اختصار کے ساتھ تحریر کی گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوئی اہم واقعہ درج ہونے سے نہ رہ جائے۔ چنانچہ طوفانِ نوحؑ سے لے کر مصنف کی حیات تک کے تمام اہم واقعات کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس تذکرہ میں پانڈوں اور کشمیری راجاؤں کی حکومت سے لے کر ہنسی خاندان، راجہائے خمار، سلاطین کشمیر، چک، مغل، افغان، سکھ اور ڈوگرہ حکمرانوں غرض تمام فرمان روا ہائے کشمیر کے اہم اور مشہور حالات درج ہیں۔

دوسری کتابوں اور قیمتی مسودات کی طرح اس کتاب کی کاپیاں نایاب ہیں۔ ایک کاپی والد صاحب مرحوم کے ذاتی کتب خانہ سے دستیاب ہوئی اور اس خیال سے کہ یہ کتاب بالکل ناپید نہ ہو جائے، مناسب معلوم ہوا کہ اس کا اردو ترجمہ کیا جائے تاکہ تاریخ دانوں اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے کام آئے۔

ویسے بھی یہ کتاب بعض مورخین کے کام آئی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صوفی

غلام محی الدین کی ضخیم انگریزی تاریخ موسومہ بہ "کشیر" جسے پنجاب یونیورسٹی لاہور نے ۱۹۲۸ء میں شایع کیا ہے اس میں مندرج فہرست کتب میں اس کتاب کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح منشی محمد الدین فوق کی "تاریخ بڈشاہی" میں بھی اس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہاں یہ امر درج کرنا غیر ضروری نہ ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اور فوق مرحوم کا اس کتاب کے مصنف و مولف کے ساتھ ذاتی تعارف حاصل تھا۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب کے مصنف یعنی میرے والد مرحوم کو تاریخ حسن کے مصنف پیر حسن شاہ صاحب کھویہامی کے ساتھ قریبی تعلقات تھے بلکہ تاریخ حسن کی بعض خوش خط نقلیں حسن صاحب مرحوم کی اجازت سے میرے والد صاحب نے ہی اتاری تھیں۔ جن میں سے ایک نقل کو تاریخ حسن کے مصنف نے خانقاہ معلیٰ میں وقف کرایا۔ تاریخ حسن (فارسی) کے اسی نسخے کو جو خانقاہ معلیٰ میں بطور وقف بقعہ عالیہ میں موجود تھا۔ حکومت جموں و کشمیر کے وزیر اعظم نے ۱۹۵۱ء میں حاصل کیا تھا تاکہ اس کا اردو ترجمہ شایع کرایا جا سکے۔ بعد میں یہ ترجمہ ایک مقامی تاجر کتب کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ انگریزی کتاب "دی ویلی آف کشمیر" کے مصنف سر والٹر لارنس کو اپنی کتاب کی تیاری میں پیر حسن صاحب موصوف کی امداد حاصل رہی ہے۔

علاوہ ازیں والد محترم کے ذاتی تعلقات حاجی پیر محی الدین صاحب مسکین سرائے بل کے ساتھ قائم تھے جو خود شاعر ہونے کے علاوہ ایک مورخ بھی تھے۔ چنانچہ تاریخ کبیر کشمیر انہی کی تالیف ہے۔ ذاتی تعلقات ہونے کے علاوہ مصنف کو مسکین مرحوم کے خاندان کے ساتھ خاندانی رشتہ بھی

بھی تھا۔ اسی قسم کا رشتہ دیدہ مری خاندان کے ساتھ بھی تھا اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ اعظمی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مصنف کے یہ رشتے بعض دیگر خاندانوں کے ساتھ بھی قایم تھے۔ جنہیں ابتدا سے علم و فضل میں نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ چنانچہ مفتی، بانڈے، بچھو قاضی، ناوچو، کاڈسہ، اعشائی وغیرہ وغیرہ خاندانوں کے ساتھ رشتہ داری بھی مثال کے طور پر مصنف کے قریبی ذاتی تعلقات مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم کے ساتھ تھے۔ جن کی عمر کا اکثر و بیشتر حصہ کشمیر کے تواریخی حالات مرتب کرنے میں صرف ہوا۔

اس طویل بیان سے مراد صرف یہ دکھانا ہے کہ مصنف نہ صرف یہ کہ خود ایک بلند پایہ کے خوشنویس تھے بلکہ ان کا تعلق اہل علم کے ساتھ رہا ہے۔ اور وہ خود صاحب قلم بھی تھے۔ لہذا ان کی محنت اور کوشش کے نتیجے میں جو کتاب "تاریخ جدول کشمیر" کی شکل میں ہمیں ملی ہے۔ اس کے متعلق ہم وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس پر اعتبار کی چھاپ موجود ہے۔

ظاہر ہے کہ قدیم کشمیر کے راجگان کے حالات قلمبند کرتے وقت دیگر موزخوں کی طرح مصنف نے بھی کلہن پنڈت کی شہرہ آفاق کتاب راج ترنگنی یا رازہ ترنگ سے اخذ کیا ہوگا۔ کیونکہ کشمیر کی پرانی تاریخ معتبر تحریری صورت میں صرف اسی کتاب کی شکل میں موجود ہے۔

کشمیر میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے بعد سلاطین کشمیر کی سرپرستی میں علم و ادب کے میدان میں نمایاں ترقی حاصل ہوئی۔ سلطان شہاب الدین کے عہد میں حضرت میر سید علی ہمدانی رح (شاہ ہمدان) کے ایماء پر مدرسۃ القرآن قائم کیا گیا۔ جہاں قرآن، حدیث وغیرہ کی تعلیم

دی جانے لگی۔ بعد کے سلاطین یعنی سلطان قطب الدین، سلطان سکندر اور سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کے وقت میں نہ صرف فلسفہ، منطق، ریاضی، حساب دینیات، تاریخ وغیرہ علوم سے متعلق کتابیں تصنیف کی گئیں۔ بلکہ سنسکرت اور عربی کتابوں کا ترجمہ فارسی اور کشمیری میں کرایا گیا۔ بڈشاہ کے عہد حکومت میں ہی مہابھارت کا فارسی میں ترجمہ کرایا گیا۔ اور جونراج نامی مورخ نے کلہن پنڈت کی راج ترنگنی میں اضافہ کر کے بڈشاہ کے عہد تک کے حالات اس میں ایزاد کئے۔ ان حالات میں کشمیر کی کوئی بھی قدیمی تاریخ قابل اعتبار نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں مندرج پرانے واقعات کو راج ترنگنی سے اخذ نہ کیا گیا ہو۔ اگرچہ خود راج ترنگنی میں دی گئی قبل مسیح کی تاریخیں مکمل طور پر صحیح نہیں کہلائی جاسکتیں۔ راج ترنگنی، جیساکہ اس کے مصنف کلہن پنڈت نے کتاب کے ابتداء میں بیان کیا ہے۔ کشمیر کی قدیم ترین کتاب نیلہ مت پوران اور گیارہ دوسری کتابوں کی امداد سے ترتیب دی گئی ہے۔ لیکن جن کتابوں سے کشمیر کے قدیم حالات کلہن پنڈت نے اخذ کئے ہیں، ان میں سے شاید ہی کوئی کتاب یا مسودہ اس وقت اپنی اصلی حالت میں محفوظ یا موجود ہے۔

راج ترنگنی آج سے تقریباً آٹھ سو برس پہلے تحریر کی گئی۔ اور اس میں ہزاروں برس پہلے کے واقعات درج ہیں۔ ابتدائی حصہ میں صرف مختصر حالات درج ہیں۔ اور اس کے بعد کے واقعات، جن کا تعلق کلہن پنڈت کے زمانے یا اس سے ماضی قریب کے زمانے سے ہے۔ قدرے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ تاریخ جد ولی میں بھی

اگرچہ ابتدائی حصہ کے راجوں کے حالات ایک یا دو یا تین سطروں میں درج کئے گئے ہیں تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ماخذ ہی بجائے خود اختصار کا حامل ہے۔

کشمیر کی اس تاریخ کے ابتدائی چند ابواب میں قارئین پائیں گے کہ قرون وسطیٰ میں کشمیر کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں معصوم انسانوں کا قتل و غارت، دغا اور دھوکہ بازی سازش اور خانہ جنگی سے پُر ہے۔ چند استثنیات کے ساتھ مجموعی طور اس وقت کی یہ تاریخ گویا مطلق العنان راجوں اور بے لگام حکمرانوں کی داستان ہے جو عام حالتوں میں دل خوش کن نہیں، بہر حال واقعات یہی رہے ہیں اور مورخ اپنی جانب سے ان میں کوئی ترمیم یا ایزاد کرنے کا مجاز نہیں۔ ایک اور اعتراض، جو راج ترنگنی کے متعلق بعض اوقات کیا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ اس کتاب میں محض حکمرانوں کے حالات درج ہیں۔ عام لوگوں کے رہن سہن، سماج اور زندگی کا نقشہ نہیں کھینچا گیا ہے۔ جو ایک تاریخ کے لئے ضروری ہے۔ اس اعتراض میں وزن ہو یا نہ، لیکن سچ تو یہ ہے کہ راج ترنگنی، جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے " راجوں کے بہتے ہوئے دریا کی لہروں " کے مرادف ہے، لہذا ہمیں اس کتاب پر اعتراض کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو لیکن گنجایش تو نہیں ہے۔

کلہن پنڈت نے جب اپنی کتاب راج ترنگنی یا راذہ ترنگنی (کشمیری میں راجے کو راذہ کہتے ہیں) لکھی تو مشرق اور مغرب، دنیا کے دونوں حصے مطلق العنان حکمرانوں کے شکنجے میں پھنسے ہوئے

تھے۔ قوموں اور ملکوں میں دو طبقے نمایاں تھے۔ ایک وہ جو طاقت ور تھے اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر حکومت کرتے تھے، دوسرا طبقہ، جو اکثریت پر مشتمل تھا۔ کمزور اور محکوم انسانوں کا تھا۔ حاکم و محکوم کی یہ کشمکش اب بھی ایشیا اور افریقہ کے بعض حصوں میں پائی جاتی ہے، جن دنوں راج ترنگنی لکھی گئی تھی، پرنٹنگ پریس یعنی چھاپے خانے کا کوئی وجود نہیں تھا۔ سائینسی دور کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا، توپ خانہ یا گولہ بارود وغیرہ ایجادات بھی نہیں ہوئی تھیں، حکومت کا کام اتنا مشکل نہیں تھا، جتنا کہ سائینسی ایجادات کے بعد دکھائی دینے لگا۔ کلہن پنڈت کے کانوں تک کوئی ایسی آواز نہیں پہنچی تھی۔ جس میں مطلق العنان حکمرانوں کے خلاف کہا گیا ہو۔ لہٰذا اگر اس نے اپنی تاریخ کو محض حکمرانوں کے حالات تک محدود رکھا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ بایں ہمہ اس کے بیان سے بعض حکمرانوں کی کمزوریوں کا پتہ چلتا ہے اور وہ وزیروں یا مذہبی پیشواؤں کے طریق کار یا اخلاق وغیرہ امور کی بعض اوقات پردہ کشائی کرتا ہے۔ اسی طرح جب وہ قحط سالی، اجناس کی قیمتوں، ٹیکسوں اور سکہ اور مالیات کا ذکر کرتا ہے تو بالواسطہ طور پر لوگوں کی سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی کا اگرچہ تفصیلی نقشہ پیش نہیں ہوتا مگر اس کی جھانکیاں ہماری آنکھوں کے سامنے سے ضرور گذرتی ہیں۔ تو گویا اس طرح سے ہماری ضرورت کسی نہ کسی شکل میں پوری ہوتی ہے۔ بعینہٖ راج ترنگنی سے قدیم زمانے میں حکمرانوں کی سرپرستی میں فنون اور علوم کو فروغ دینے کی کوششوں کا بھی کچھ نہ کچھ پتہ ضرور ملتا ہے۔

ایک اور دقت جو راج ترنگنی کا مطالعہ کرنے والے کو عموماً پیش آتی ہے، یہ ہے کہ یہ تاریخ شعر میں لکھی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ منظوم کتھا یعنی شعر میں لکھی گئی داستان کے ذریعہ تاریخ کی صحیح اور پوری پوری عکاسی کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ کلہن پنڈت اگر مورخ ہے تو ساتھ ہی شاعر بھی ہے۔ اسی لئے اس نے اس مشکل پر قابو ضرور پایا ہے۔ لیکن راج ترنگنی کے پڑھنے والے کے لئے ضرور مشکل کھڑی کر لی ہے۔ کیونکہ اس منظوم کہانی میں استعاروں اور تشبیہوں کا اکثر بالکل بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ شاید یہ اس لئے ضروری تھا کہ نظم کی چاشنی قایم رہے۔ مثلاً راج ترنگنی کے مصنف کو جب ایک راجے کی وفات ظاہر کرنا تھی۔ تو اس نے سیدھے لفظوں میں یہ نہیں کہا۔ کہ فلاں راجہ مر گیا بلکہ یوں لکھا کہ یہ راجہ اپنی عمر گذارنے کے بعد پاتال چلا گیا۔ جہاں وہ اندر راجے کے تخت کے نصف کا مالک بن بیٹھا گویا اس بیان سے کلہن پنڈت کی مراد یہ جتلانا ہے کہ یہ راجا وفات پا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس اس نے مختلف واقعات کو بیان کرتے وقت مختلف قسم کی تشبیہات اور اشارات سے کام لیا ہے۔ جن کو سمجھنے کے بعد ہی نفس مضمون کو سمجھ لینا ممکن ہے۔

یہ خیال کرنا بھی غلط ہے کہ کلہن پنڈت محض ایک شاعر تھا جس نے تاریخی واقعات کو شاعری کے قالب میں پیش کیا یا شعر کی چاشنی دے کر واقعات کو بیان کیا۔ اس میں شک نہیں کہ کلہن پنڈت کی راج ترنگنی ایک لحاظ سے ایران کے شہرۂ آفاق شاعر فردوسی کے شاہنامہ کی مانند ہے۔ راج ترنگنی میں بھی شاہ نامہ

کی طرح بادشاہوں کے قصے، قدیم تاریخی کہانیاں اور روایتیں درج ہیں مگر راج ترنگنی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختلف راجوں مہاراجوں کے عہد حکومت کی تاریخیں بھی دی گئی ہیں جس سے تاریخ دان طبقہ کو ہندوستان کے بعض حکمرانوں کے متعلق سن اور تاریخ کا پتہ لگانا ممکن ہو سکا ہے۔ اس لحاظ سے راج ترنگنی کی اہمیت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

شک سموت، انگریزی سن کے ۶۸ برس بعد شروع ہوا۔ اور کلہن پنڈت نے ۱۰۷۰ شک (مطابق ۴۹-۱۱۴۸ عیسوی) میں اپنی تاریخی کتاب راج ترنگنی لکھنا شروع کی۔ یہ خود مصنف کے بیان کی رو سے ۴۲۲۴ لوکی کا یعنی کشمیری سن کے مطابق تھا۔ لوکی کا سن کو سپت ارسی سن بھی کہتے ہیں۔ کلہن پنڈت نے جو حساب باندھا ہے۔ وہ یوں ہے :-

کلجوگ سمہ کی کل معیاد	۴۲۲۴ سال

تفصیل :-

گونند اول سے لے کر یدھشٹر اول تک کی معیاد	۲۴۶۸ سال
راج ترنگنی کے باب دوم لغایت باب ہشتم تک کے راجوں کی معیاد حکومت	۱۳۲۸ سال
پانڈووں یا گونند اول تک کلجوگ سمہ کے حساب سے	۶۵۳ سال
کل میزان	۴۴۴۹ سال

تاریخ جدولی کشمیر جس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، میں بھی قدیم کشمیر کے متعلق جو واقعات وحالات درج ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ ان کا ماخذ بھی کلہن پنڈت کی یہی کتاب راج ترنگنی ہے، کیونکہ یہی وہ کتاب ہے۔ جس نے بعد کے مورخوں کی رہنمائی کی ہے۔ البتہ ایک بات، جس کا یہاں پر ذکر کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ کلہن پنڈت کی راج ترنگنی کے پہلے باب، میں جب گونند دویم یعنی بال گونند کا ذکر ختم ہوتا ہے تو کلہن پنڈت لکھتا ہے :-

"قدیمی مسودوں کے ضائع ہو جانے سے، گونند دویم کے بعد آنے والے ۳۵ راجوں کے نام اور ان کے کارنامے گمنامی کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے"

راج ترنگنی میں گونند دویم کے بعد براہِ راست راجہ لولو کا ذکر آتا ہے۔ جب کہ تاریخ جدولی میں پانڈووں کی حکومت کا باب شروع ہوتا ہے۔ جس میں راجہ لولو کا ذکر ۲۳ نمبر پر آتا ہے۔ گویا راج ترنگنی ان بائیس راجوں کے ذکر سے خالی ہے۔ ظاہر ہے کہ راج ترنگنی کی تصنیف کے بعد ہی شاید ان ۲۲ راجوں کے نام اور حالات تاریخی کتابوں میں شامل کئے جا چکے ہیں۔ ان بائیس راجوں کی مجموعی معیاد حکومت تقریباً ایک سو برس ہے۔ ایک روایت ہے، کہ شاہ زین العابدین بڈشاہ، رتناکر پوران نام کا ایک قدیم مسودہ (جو بھوج پتر، کشمیری برزہ، پر لکھا گیا تھا) حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ اور ان بائیس راجوں کا حال اسی مسودہ میں درج تھا۔ بڈشاہ نے اس مسودہ

کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔ اور بعد ازاں فارسی تاریخوں میں ان راجوں کا تذکرہ شامل ہوتا رہا۔ کشمیر میں ایسے کھنڈرات ابھی موجود ہیں۔ جن کی طرف اشارہ کر کے مقامی لوگ کہتے ہیں کہ یہ "پانڈو کے کھنڈر ہیں۔ مشہور کشمیری لوک کتھاؤں "ہیمی مال"، "ناگرائے اور "لولری، ہمبور" کا تعلق بھی پانڈوؤں کے زمانہ سے رہا ہے۔

کشمیر میں اسلامی دور کے آغاز کے بعد تاریخی واقعات کے بارے میں کسی قسم کے ابہام کی گنجائش نہیں کیوں کہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ سلاطین کشمیر کے عہد میں علوم و فنون، ادب اور فلسفہ اور تاریخ کے متعلق متعدد تصانیف مرتب ہوئیں۔ جن سے آج تک برابر استفادہ کیا جا سکا ہے۔ ان کتابوں میں سے اکثر اب بھی محفوظ حالت میں موجود ہیں۔ لہٰذا یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ تاریخ کی مختلف کتابوں میں اسلامی دور اور بعد ازاں سکھ حکومت کے متعلق جو واقعات درج ہیں۔ ان کا ماخذ کیا اور کہاں ہے۔ رہا سوال ڈوگرہ مہاراجوں کے عہد حکومت کا، سو اس کی کل معیاد تقریباً ایک سو سال رہی ہے۔ اور تاریخ جبدولی کے مصنف نے بچشم خود مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہد حکومت کے بڑے حصے اور مہاراجہ ہری سنگھ کے ابتدائے عہد حکومت کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس لئے اس زمانے کے متعلق جو کچھ بھی مصنف نے لکھا ہے۔ وہ ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے۔ اس لحاظ سے بھی کتاب کا یہ حصہ ایک ایسی تاریخ ہے۔ جس پر بہر نوع اعتبار کرنا

پڑے گا۔ قابل ستائش امر تو یہ ہے۔ کہ مصنف نے کشمیر کے حالات کم و بیش کتاب کے سنِ اشاعت یعنی ۱۹۰۱ء تک قلمبند کئے بلکہ بعد میں ذاتی نسخے پر حاشیہ پر اپنے قلم سے جو نوٹ وغیرہ درج کئے۔ ان سے یہ کتاب ۱۹۱۷ء تک اپ ٹو ڈیٹ یعنی مکمل ہو گئی۔

اپنی تاریخ کی ابتدا سے ہی کشمیر میں دوسرے ملکوں کی طرح شخصی حکمرانوں کی حکومت چلی آتی رہی ہے۔ موجودہ دنیا کے جمہوری رجحانات کو دیکھ کر یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے۔ کہ اب آیندہ کے لئے موروثی شخصی حکمرانی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو رہا ہے۔ ڈکٹیٹر شپ کا خطرہ بلاشبہ موجود ہے مگر موروثی حکمرانی کے لئے ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ دنیا سے امپریلزم یعنی سامراجیت اور کولونیل ازم یعنی استعماریت کا آخری جنازہ نکل رہا ہے)۔ یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ شخصی حکمرانی کا یہ سلسلہ کشمیر میں ہزاروں برس تک جاری رہ کر ہماری اپنی زندگی میں اختتام پذیر ہوا۔ یہ بات کچھ کم دلچسپ اور عجیب نہیں کہ یہ اہم ترین انقلاب خوش قسمتی سے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر انجام پا گیا! یہی انقلاب بالآخر ۱۹۴۷ء کے تاریخی واقعات اور ۱۹۵۱ء کے تاریخی فیصلہ، جو ریاست جموں و کشمیر کی دستور ساز مجلس نے موروثی حکمرانی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے سے متعلق صادر کیا، کی صورت میں ظاہر ہوا۔

کتاب کے پہلے باب کی تمام تر ذمہ داری مترجم ہذا پر ہے

جو اس کا لکھا ہوا ہے۔ باقی کتاب یعنی دوسرے باب سے سترہویں باب تک جو کچھ درج ہے ۔ وہ اصلی کتاب یعنی تاریخ جدولی کا محض ترجمہ ہے۔ اور اس میں کوئی اضافہ یا ترمیم نہیں کی گئی ہے ۔ اگر کہیں ایزادگی ہے بھی تو وہ مولف کے ذاتی نسخہ میں مندرج حاشئے کے نوٹوں پر مبنی ہے ۔ جو خود ان کے دستخطی ہیں ۔

ایک اور ضرورت یہ محسوس کی گئی کہ کتاب کے متن میں بعض باتوں ، نکتوں اور شخصیتوں کا محض حوالہ دیا گیا تھا ۔جب کہ نوآموز طالب علموں ، محققین اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کی آسانی کے لئے توضیحی نوٹ شامل کرنا عین مناسب سمجھا گیا۔ چنانچہ اس کے پیش نظر بشرط ضرورت ہر باب کے اخیر میں فٹ نوٹ یعنی حاشیہ میں بعض اہم باتوں کے متعلق توضیحی نوٹ درج کئے گئے ہیں جو مترجم کے لکھے ہوئے ہیں ۔

سرینگر کشمیر
۱۵ ؍ جون ۱۹۶۲ء

ناچیز مترجم
محمد امین پنڈت

پہلا باب

کشمیر قدیم اور جدید

دنیا میں نباتات اور جمادات کے مشہور ترین سائینسدان پروفیسر ہال ڈین کا بیان ہے کہ کرۂ ارض پر انسان کا وجود آج سے تقریباً ۲۵ کروڑ برس پہلے سے عمل میں آیا ہے۔ اس سے پہلے حیات اور زندگی مچھلیوں، سانپوں، پرندوں اور چھاتی رکھنے والے جانوروں کے مختلف مدارج میں سے گذر کر چلی آئی۔ حال ہی میں ہندوستانی سائینسدان ڈاکٹر بوس نے یہ رائے ظاہر کی ہے (جسے اب سائینسی دنیا میں درست تسلیم کیا جا چکا ہے) کہ پودوں اور درختوں میں بھی حیات کے آثار پائے جاتے ہیں۔

اس پس منظر میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ کشمیر میں جو سب سے پرانا قلمی نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ اس میں آج سے تقریباً دس کروڑ برس قبل کے کشمیر کے حالات اور واقعات درج ہیں، تو ہمیں بجا طور پر تعجب ہوتا ہے اور ساتھ ہی فخر کا احساس بھی، کیونکہ کشمیر ہی شاید واحد ایسا ملک ہے۔ جہاں کے اتنے پرانے واقعات

قلمبند ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کا نام نیلہ مت پوران (ع۱) ہے ۔ یہ امر زیادہ اطمینان بخش ہے کہ جیالاجیکل تحقیقات کے نتیجے میں جو نتائج اخذ ہوئے ہیں ۔ وہ قدیم زمانے کی روائیتوں کے ساتھ کسی حد تک مطابقت رکھتے ہیں ۔ اگرچہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ان روائتوں کی صحت پر شک وشبہ کا اظہار کرنے لگے ہیں ۔

قدیم روایتیں اور جیالاجیکل سروے کے نتائج اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ آج سے تقریباً دس کروڑ برس قبل وہ جگہ جہاں آج کل کشمیر کی وادی آباد ہے ۔ایک وسیع و عریض جھیل تھی ۔ جو سینکڑوں فٹ گہری تھی ۔ قدیم روائیتوں کے مطابق شیو دیوتا کے مختلف مظاہر میں سے ایک شکتی جس کا نام ستی ہے ۔پانی کی صورت میں ظاہر ہوئی ۔ اس شکتی کا دوسرا نام پاردتی بھی ہے اور جس مقام پر یہ شکتی جھیل یا تالاب کی صورت میں ظاہر ہوئی وہ ستی سر کے نام سے مشہور ہے ۔یاد رہے کہ کشمیری میں آج بھی سر کا لفظ اس چشمے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔جس سے کوئی جھیل یا پہاڑی تالاب بن جائے ۔ بلکہ اکثر پہاڑی جھیلوں کے ناموں کے ساتھ سر کا لفظ بھی شامل ہوتا ہے (ع۲)

اس قدیم روایت کے مطابق بعد کے زمانے میں بھگوان برہما کا پوتا کشیپ (اسے بعد میں کشیپ ریشی کے نام سے پکارا جانے لگا) یاترا کی غرض سے جنوب سے شمال کی طرف آیا ۔ جالندھارا (موجودہ جالندھر ،پنجاب) پہنچ کر اس نے دیکھا کہ شمال مغرب میں واقع تمام علاقہ ویران اور برباد پڑا ہے ۔ دریافت کرنے پر

اسے معلوم ہوا کہ یہ ایک راکھشش (دیو) اور اس کے چیلے چانٹوں کی کارستانی ہے، جو اس علاقے میں تباہی اور بربادی پھیلانے کے بعد خود ستی سر میں چھپ جاتا ہے۔ نیلہ مت پوران کے مطابق اس دیو کا نام جل اودبھو تھا ۔۱۔۳

کشپ رشی اس وسیع علاقے کی بربادی کا حال دیکھ کر بڑا متاثر ہوا۔ اس نے اس علاقے کو دیو کی تباہ کاریوں سے نجات دلانے کا تہیہ کر لیا اور تپسیا (ریاضت) شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں ہندو دھرم کے تین بڑے بھگوان برھما، وشنو اور شیو ظاہر ہوئے تاکہ اپنے بھگت کشپ کی امداد کر سکیں۔ انہوں نے پایا کہ اندر (بادل اور گرج کے دیوتا) نے ان راکھششوں کو ختم کرنے کی کافی کوشش کی تھی مگر ان میں سے اکثر نے پانی کے اندر چھپ کر پناہ لی تھی۔ اس پر وشنو نے جنگلی سور (ورہہ) کی شکل اختیار کی۔ اور اپنی دم کے جھٹکے سے پہاڑ کاٹ کر رکھ دیا۔ جس سے ستی سر کا پانی بہہ کر نکل گیا۔ جس مقام پر یہ پہاڑ کاٹا گیا۔ اسے اب بھی ورہہ کی نسبت سے کشمیری میں ورہ مُل (بارہمولہ) کہتے ہیں۔ پانی بہہ جانے کے بعد خشک زمین کے اونچے ٹیلے اور ایک خوشنما وادی ظاہر ہوئی۔ جو کشپ کے نام کی نسبت سے کشمیر یا کشپ مر کہلائی جانے لگی۔ اوپر کی سطح پر جب جل اودبھو کو کوئی جائے پناہ نہ ملی۔ تو وہ نچلی سطح پر پانی کے نیچے چھپا رہا۔ لیکن اس کا تعاقب جاری رکھا گیا اور بالآخر اسے اس جگہ پکڑ لیا گیا جہاں اب موجودہ سری نگر آباد ہے۔ اس طرح سے دیوتاؤں نے اس دریائی

دیو کا خاتمہ کر دیا۔ جب جل ادبھو کا خاتمہ ہوگیا۔ تو چھوٹے دیووں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ غرض جو جو علاقے خشک ہوتے گئے۔ وہاں انسان کی آبادکاری شروع ہوئی۔ البتہ کچھ عرصہ کے لئے یہ رواج بن گیا تھا۔ کہ سردیوں میں صرف دیو ہی کشمیر کی وادی میں رہتے تھے۔ اور لوگ جنوب کی جانب گرم میدانی علاقوں میں اسوج کے پورنماشی سے لے کر چھ مہینے تک سردیاں کاٹ کر موسم بہار میں واپس کشمیر میں آتے تھے۔ لیکن نیلہ مت پوران میں مندرج ہدایات پر عمل کرنے کے بعد دیووں نے انسانوں کو ستانا چھوڑ دیا۔ اور لوگ یہاں گرمیوں کے علاوہ سردیوں میں بھی رہنے لگے۔

اوپر کی یہ کہانی قدیم عقاید کی کتابوں کے مطابق ہے۔ اس کہانی کی تفصیلات درست ہیں یا نہیں لیکن اتنا تو ثابت ہے کہ وادی کشمیر کا ایک حصہ ایک زمانے میں وسیع جھیل تھی۔ جس کی آخری نشانی اب غالباً جھیل ولر کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ پرانے زمانے کے حالات کا تجزیہ کرنے سے جو نتائج ظاہر ہوئے ہیں، ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں کشمیر میں بہت سخت سردی پڑتی تھی۔ موسم سرما زیادہ مدت تک رہتا تھا۔ برف باری شدید قسم کی ہوتی تھی۔ اور برفانی تودے اور گلیشیر نچلی سطحوں پر بھی پائے جاتے تھے۔ لیکن اب گلیشیر دور اور کم ہوتے جا رہے ہیں۔ حرارت کا درجہ بڑھتا جا رہا ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں گرمیوں میں تھرمامیٹر کا پارہ ایک سو ڈگری فارن ہیٹ تک پہنچ جانے

لگا ہے۔ جب کہ آج سے قبل کے زمانے میں کبھی بھی اتنی گرمی نہیں پڑتی تھی۔ جس کی شاید ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ کشمیر میں آبادی بڑھ جانے اور دیہات کے پھیلاؤ سے جنگل کی حدود گھٹتی گئیں۔ جس کا لازمی اثر موسمیات پر پڑنے لگا ہے۔ بہر حال یہ تو ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ قدیم زمانے میں کشمیر میں سردیاں ناقابل برداشت ہوا کرتی تھیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہاں ابتدائی دنوں میں صرف ایسے خانہ بدوش لوگ رہ سکتے تھے جو مجبوراً سردیوں میں گرم علاقوں میں منتقل ہوتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ، ظاہر ہے کہ اس میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس لگے ہوں گے۔ موسم میں تبدیلی واقع آئی۔ اور یہاں زراعت پیشہ لوگوں نے رہنا بسنا شروع کیا۔

"کشمیر" کے نام کے ماخذ کے متعلق حال ہی میں مختلف رائیں پیش کی گئی ہیں۔ جو نرالی ہونے کے علاوہ دلچسپ بھی ہیں اور جن کو اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔

(۱) ستی سر کے بعد اس خطہ ارضی کا نام کا سیمرہ رکھا گیا۔ کا کے معنی پانی اور سیمرہ کے معنی ہوا ہیں۔ مطلب یہ کہ ہوا سے پانی خارج ہو گیا۔ لہذا اس ملک کا نام کا سیمرہ پڑ گیا۔

(۲) کسمیر پراکرت زبان کا لفظ ہے۔ کس نہر کھائی یا خندق کو کہتے ہیں اور میر پہاڑ کو گویا کسمیر نام ہے ایک ایسی کھائی کا جس کے دونوں جانب پہاڑ ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ کشمیر کی وادی ایک لمبی کھائی کی شکل میں موجود ہے۔ جس کی لمبائی ۸۴ میل اور چوڑائی ۲۰ سے لے کر ۲۵ میل تک

(۳) کشمیر کو اس لئے کاشمیر یا کشیر کہتے ہیں۔ کہ یہاں کاش یا کش نام کی ایک قوم آباد ہوئی۔ اسی فرقہ نے وسط ایشیا میں کاش - کاشغر - کاشان کے شہر بنوائے ہیں - لہذا کش یا کاش سے مراد اس فرقہ کے لوگ ہیں اور میر کا لفظ اسی طرح سے ایزاد ہو گیا ہے۔ جس طرح کاشغر میں غر۔ یا کاشان میں آن۔

(۴) چینی کتابوں میں وادئ کشمیر کا سب سے پہلا تذکرہ ۵۴۱ء میں ہوا ہے۔ جب کہ وادی کا نام کوشش می لکھا گیا ہے۔

(۵) کشمیر کے پشتنی باشندے اپنی زبان میں اپنے وطن کو کشمیر نہیں بلکہ کشیر کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ کشمیری زبان کو کاشر کہتے ہیں۔ گویا وہ م کا لفظ حذف کرتے ہیں۔ شاید یہ لسانی اخذ و تلخیص کا نتیجہ ہو۔

بہر حال اس جنت ارضی کے نام کے متعلق جو بھی دعویٰ (THEORY) پیش کی جائے۔ خواہ وہ تحقیقات پر درست ثابت ہو یا نہ، لیکن کم از کم اس بات میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس خطہ کا نام کشمیر یا کشیر رہا ہے۔ اور اب بھی ہے۔ موجودہ سیاسی نقشے میں اس کا نام بدل کر جموں و کشمیر بن گیا ہے۔

ریاست جموں و کشمیر تقریباً اسی ہزار مربع میل کی حدود پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ ایشیا کے وسط میں نیم براعظم ہندوستان و پاکستان کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے ارد گرد ہندوستان اور پاکستان کی مملکتوں کے علاوہ شمال مشرق میں تبت اور

چین، شمال میں سوویٹ روس اور شمال مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ کشمیر (ریاست جموں و کشمیر کو آسانی اور اختصار کی غرض سے عموماً کشمیر کے مختصر نام سے ہی پکارا جاتا ہے) کی حدود اربعہ میں تواریخ کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ اور یہ ریاست دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح کبھی بھی ایک ہی حالت میں قائم نہیں رہی ہے۔ کشمیر کی یہ تاریخ عروج و زوال کی ایک لمبی داستان ہے۔ کشمیر کے قدیم ترین زمانے کی جو تاریخ اس وقت دستیاب ہے۔ اس کی رو سے کشمیر میں باقاعدہ حکومت آج سے صدیاں پہلے معرض وجود میں آئی تھی۔ اور کشمیر کے فرماں رواؤں میں سب سے پہلے بادشاہ کا نام جو ہمیں تاریخ میں ملتا ہے۔ راجہ آد گونند ہے۔ لیکن تاریخ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ اس وقت کشمیر کی سلطنت کی ہیئت ترکیبی کیا تھی۔ اور اس کی حدود کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ بعد کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کشمیر کی سلطنت بعض اوقات اتنی وسیع بن گئی کہ راجہ جلوک کے زمانے میں اس کی عملداری قندہار اور باختر تک وسیع ہوگئی۔ اور بعض اوقات تاریخ کے حوادث کی وجہ سے اس سلطنت کی حدود سکڑ کر صرف وادی تک محدود ہو کر رہ گئی۔ کسی وقت کشمیر کی الگ سلطنت بالکل نیست و نابود ہوگئی۔ اور کسی وقت یہ خطہ زمین چین کی حکومت کے تابع اور زیر نگین بن گیا۔ ایک طویل عرصہ کے لئے ہندوستان کے ہندو بادشاہوں کے ماتحت رہنے کے بعد یہ ریاست مسلمان حکمرانوں کی سلطنتوں کا جزو بنی

رہی۔ یہ ریاست کبھی غیر ملکی حملہ آوروں کے حملہ کا شکار ہوئی۔ اور کبھی اندرونی فسادات کی آماجگاہ بنی رہی۔ لیکن اس تمام عرصہ میں، تاریخ کے ابتدائی زمانہ سے لے کر آج تک، اس کا اصلی نام کشمیر یا کشیر قایم رہا۔ ظاہر ہے کہ یہ نام آنے والے وقتوں میں بھی قایم رہے گا۔ جہاں تک جموں و کشمیر سٹیٹ کا تعلق ہے۔ یہ نام اس وقت ظہور میں آیا۔ جب ۱۸۴۶ء میں ریاست موجودہ شکل و صورت میں عالم وجود میں آئی ہے۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ وادی کشمیر سکھوں کی حکومت (دربار خالصہ لاہور) کے زیر نگیں تھی۔ اور سکھوں کی طرف سے شیخ امام الدین گورنر اس کا انتظام چلاتے تھے۔ لداخ، بلتستان اور کشمیر کے شمال میں گلگت اور اسی طرح کے کئی چھوٹے چھوٹے راجاؤں کی حکومت تھی۔ کشمیر کے جنوب میں جموں، کشتواڑ، پونچھ، بھمبر، رام نگر وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے راجگاں کا حکم چلتا تھا۔ یہ راجے بھی لاہور کی سکھ سلطنت کے ماتحت تھے۔

سکھوں سے پہلے براعظم (ہندوستان اور پاکستان) کے شمال مغربی حصے میں، جو تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان کے شمالی علاقوں پنجاب، کشمیر وغیرہ پر مشتمل تھا، کابل کے درانی (افغان) حکمرانوں کی عملداری تھی۔ ۱۷۹۸ء میں شاہ زمان والئی کابل نے رنجیت سنگھ کو ایک خدمت انجام دینے کے صلے میں لاہور کا پروانہ لکھ دیا۔ چنانچہ رنجیت سنگھ ۱۷۹۹ء مطابق ۱۸۵۶ بکرمی کو لاہور میں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس نے اپنی شجاعت اور بہادری سے ملتان، ہزارہ، اٹک اور دور دور کے علاقے فتح کر لئے۔

اسی طرح وہ ۱۸۶۹ء مطابق ۱۸۱۲ء بکرمی میں جموں پر قابض ہو گیا۔ اور بالآخر کشمیر جنت نظیر کو بھی ۱۸۱۹ء میں اپنے زیر تصرف لایا۔ اس کی زندگی میں سکھ سلطنت کو کوئی زوال نہ آیا۔ بلکہ ترقی ہی ہوتی رہی۔ لیکن اس کی آنکھیں بند ہونے کی دیر تھی کہ سکھوں کے زوال کا دور شروع ہوا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چالیس سال کے عرصہ میں اپنی زبردست سلطنت پشاور، ہزارہ، ملتان، کوہستان کانگڑہ، جموں اور کشمیر تک قائم کی تھی۔ لیکن اس کی اولاد اس کے بعد اس سلطنت کو سنبھال نہ سکے۔ اور صرف سات برس کی مختصر مدت میں سرکار انگلشیہ (جو اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے مشہور تھی) پنجاب۔ کشمیر اور دیگر سکھ مقبوضات پر قابض ہو گئی۔

سکھوں کے عروج و زوال کے ساتھ ہی اس جموں و کشمیر سٹیٹ کی ابتدا کی تاریخ وابستہ ہے۔ جس کی داغ بیل ڈوگرہ راجپوت خاندان کے میاں گلاب سنگھ نے ڈالی۔ میاں گلاب سنگھ کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے۔ کہ جب بھائی حکما سنگھ نے جموں پر حملہ کر دیا۔ تو اس موقعہ پر اس نے مردانگی دکھا کر شہرت حاصل کر لی تھی۔ ایک روز میاں گلاب سنگھ نے نوکری کی غرض سے اپنے چند ہمراہیوں کو ساتھ لے کر کابل کا قصد کر کے پشاور کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ خبر یہ تھی کہ شاہ شجاع کابل میں اس زمانہ میں نئی فوج بھرتی کر رہا ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے پہنچنے پر میاں گلاب سنگھ کے ہمراہیوں نے آگے جانے سے انکار کر گیا۔ گلاب سنگھ کو مجبوراً

واپس آنا پڑا۔ انہی دنوں دیوان خوش وقت رائے جو سردار نہال سنگھ اٹاری والے جاگیر سوکھو کا کارپرداز تھا، نئی سپاہ کی بھرتی کر رہا تھا۔ میاں گلاب سنگھ اپنی تقدیر آزمائی کے لئے اس طرف آنکلا۔ دیوان نے میاں گلاب سنگھ کو نوکر رکھ لیا۔ اسی عرصہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں گلاب سنگھ کی جوانمردی کا حال سن کر اسے طلب کیا۔ سموت ۱۸۶۷ بکرمی مطابق ۱۸۱۰ء میں میاں گلاب سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پیش گاہ میں حاضر ہوا۔ اور مہاراجہ کے دربار میں بطور حاضر باش قلیل تنخواہ پر ملازم ہوا۔ یہیں سے میاں گلاب سنگھ کے عروج کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کی انتہا یوں ہوئی۔ کہ میاں گلاب سنگھ رفتہ رفتہ "مہاراجہ گلاب سنگھ جی فرمان روائے جموں وکشمیر و پونچھ ولداخ و گلگت واقصائے تبت اندر ہندر سپر سلطنت انگلشیہ بن گئے"۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کشمیر میں ہمیشہ سے تغیر وتبدل ہوتا آیا ہے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کی قائم کی گئی حکومت بھی اپنے دن پورا کر کے بالآخر اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ کوئی ایک سو سال تک ڈوگرہ راج قائم رہنے کے بعد اس کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ یوں تو آئینی طور پر ڈوگرہ دور کا خاتمہ اس روز ہوا۔ جب ریاست جموں وکشمیر کی مجلس دستور ساز کا منظور کردہ آئین ۲۶ جنوری ۱۹۵۷ء کو نافذالعمل ہوا اور جس کی رو سے مہاراجہ کا شخصی اور موروثی عہدہ ختم ہو کر صدر ریاست کا ایک نیا منتخب عہدہ وجود میں آیا۔ لیکن عملاً اس موروثی راج کا آخری جنازہ اس وقت نکلا۔ جب ۲۶ اپریل

۱۹۶۱ء (بدھوار) کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے خاندان کے آخری جانشین لفٹنٹ جنرل ہز ہائنس مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر، اندر مہندر سپر سلطنت انگلشیہ، جی۔ سی۔ ایس۔ آئی، جی۔ سی۔ آئی ای، کے۔ سی۔ او، ایڈی کانگ ملک معظم، فرمان روائے مملکت جموں وکشمیر و اقصائے تبت ہا وغیرہ" کی وفات بمبئی میں واقع ہوئی۔ مہاراجہ ہری سنگھ کی موت جہاں ایک انسان کی موت تھی اور اس لحاظ سے ہر شخص کی ہمدردیاں آنجہانی کے لواحقین کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ وہاں یہ صرف ایک معمولی فرد کی موت نہیں تھی بلکہ تاریخ کشمیر کے ایک دور کا خاتمہ بھی تھا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کی موت پر افسوس اور حسرت کا اظہار کیا جانا قدرتی ہے۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے نہ صرف چوتھائی صدی تک کشمیر پر حکومت کی۔ بلکہ ایک ایسے خاندان کی روایات کو بھی قائم رکھا۔ جس کے جد امجد (مہاراجہ گلاب سنگھ) نے اپنی بہادری کے بل بوتے پر کشتواڑ، لداخ اور گلگت جیسے پہاڑی علاقے ریاست کی حدود میں شامل کر لئے تھے۔ اور تو اور یہ افسوس ریاست کے اس آخری مہاراجہ کے ساتھ ہمدردی رکھنے والوں کے لئے شدت اختیار کر جاتا ہے۔ کہ اس ریاست کا فرمان روا بالآخر (۱۹۴۹ء میں) اپنے ہی وطن مالوف کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوا اور اپنی جنم بھومی سے کئی ہزار میل دور اس کی موت واقع ہوئی۔ لیکن افسوس، حسرت اور ہمدردی کے ان ملے جلے جذبات کے ساتھ ہی جب ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۸۴۶ء میں اسی خاندان کے ہاتھوں چند لاکھ روپیوں کے عوض کس طرح کشمیر اور اس کے لاکھوں باشندوں

کی آزادی بیخ ڈالی گئی - اور آگے چل کر ریاست میں رہنے والے لوگوں کی اکثریت پر کیا کیا ظلم وستم ڈھائے گئے۔ تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ شاعر مشرق علامہ اقبال رحؒ یہ دعا مانگنے میں بالکل حق بجانب تھے ؎

توڑ اس دست جفا کیش کو یارب جس نے
روح آزادیٔ کشمیر کو پائے مال کیا

توضیحی نوٹ

پہلا باب

۱۔ نیلہ مت پوران :۔ وہ مقدس کتاب ہے۔ جو مقدس قدیم روائتوں کی کتاب ہے ، اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب کشمیر کے ناگوں کے راجا نیلہ ناگ نے ، جو کشپ رشی کا بیٹا تھا۔ ایک بوڑھے برہمن کو دے دی تھی۔ اس واقعہ کی اجمال یوں ہے کہ بارہمولہ میں پہاڑ کے کاٹے جانے اور پانی کے اخراج کا راستہ مل جانے کے بعد لوگ کچھ مدت تک گرمیوں میں کشمیر کی وادی میں رہتے تھے ، ایک بار سردیوں میں ایک بوڑھا برہمن اپنے ساتھیوں کے سمیت گرم میدانی علاقوں میں نہ گیا۔ بلکہ ایک گپھا میں گھس کر عبادت کرنے لگا۔ وادی کے بچے کھچے دیووں نے اسے دیکھا اور نیلہ ناگ (لغات کی رو سے نیلہ ناگ کے معنی ناگوں کا راجا ہے) میں پھینک دیا۔ اپنی جگہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ بوڑھا مر گیا ہوگا ، مگر بوڑھے برہمن کے تعجب کی کوئی حد نہ رہی جب اس نے نیلہ ناگ کے پاتال میں ایک عالیشان محل دیکھا۔ جس میں ایک بادشاہ (نیلہ ناگ) رہتا ہے۔ نیلہ ناگ نے بوڑھے برہمن کا حال سنا۔ تو اسے سردیوں کے دوران اپنے پاس رکھا۔ اور بہار آنے پر اسے نیلہ مت پوران

کتاب عطاکی۔ جس میں دینی اور دنیوی زندگی وغیرہ رسوم کی انجام دہی کے بارے میں ہدایات درج ہیں، نیلہ ناگ نے برہمن سے کہا کہ اگر وہ اور اس کے ساتھی منش اس کتاب میں مندرج ہدایات اور اصولوں پر عمل کریں، تو دیو انہیں ہرگز نہیں ستائیں گے،

ناگ کشمیری لفظ ہے۔ جس کے معنی چشمہ ہے۔ قدیم ہندو عقیدہ کے ہر چشمے کا اپنا الگ دیوتا ہوتا ہے۔ جو بعض اوقات ناگ (سانپ) کی شکل بھی اختیار کرتا ہے (ملاحظہ ہو ہیرا مال ناگ رائے کی مشہور کشمیری لوک کتھا)

جس نیلہ ناگ کا ذکر نیلہ مت پوران میں آیا ہے، اس سے مراد وہ چشمہ ہے، جو آج کل ویری ناگ کے نام سے مشہور ہے (کشمیری میں اسے ویر ناگ کہتے ہیں اور ویر، بید کے درخت کو کہتے ہیں یا ویر ہ، ویر ناگ کے ارد گرد کافی تعداد میں بید کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ایک اور روایت کے مطابق بھگوان شیو کے مظہر پاروتی کی ایک حرکت کے نتیجے میں نیلہ ناگ (ویری ناگ) سے دریائے وتستا ظاہر ہوا۔ اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دریائے وتستا (جہلم) وادئ کشمیر میں ایک سانپ کی مانند بہتا ہے، کشمیری میں اب بھی جہلم کو وتھ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ویری ناگ پر مغل بادشاہ جہانگیر نے ایک باغ بنوایا۔ جو اب بھی موجود ہے۔ کشمیر میں ایک دوسرے چشمے کو بھی نیلہ ناگ کہتے ہیں۔ لیکن یہ پیر پنچال کے دامن میں یوس میدان کے نزدیک واقع ہے۔ لیکن اصلی نیلہ ناگ یا نیلہ کنڈ وہی ہے جسے اب ویری ناگ

کہا جاتا ہے۔
۲؎ سَر کا جمع سآر ہے۔ چنانچہ چشمہ سار کوہستان کشمیر کی ایک فہرست تاریخ کشمیر مولفہ پیر حسن شاہ صاحب کو یہاں میں دی گئی ہے۔ اس فہرست کی رو سے کشمیر کے شمالی حصہ میں واقع بعض اہم چشمہ سار کے نام یہ ہیں:-

(۱) ہرمکھ گنگا۔ یہ چشمہ پرگنہ لار میں ہرموکھ پہاڑی کے دامن میں واقع ہے، اور سری نگر سے تقریباً پچاس میل دور ہے۔ بہادوں کے مہینے میں یہاں پر ہندوؤں کا ایک بھاری میلہ لگتا ہے۔ کیونکہ وہ اس چشمہ کو ایک بڑا تیرتھ سمجھتے ہیں۔ ہندو مُردوں کی استھیاں بھی اس چشمہ میں ڈالی جاتی ہیں۔

(۱۱) کانہ سر۔ یہ چشمہ ہرمکھ گنگا کے شمال کی طرف واقع ہے، اور اس میں برف کے تودے تیرتے نظر آتے ہیں، اس میں سے دو نہریں نکلتی ہیں ایک کا پانی دودھ کے مانند صاف و شفاف اور دوسرے کا بالکل سرخ نظر آتا ہے۔

(۱۱۱) نند و کالو۔ یہ دو چشمے بشکل دو آنکھوں کے آپس میں پیوست ہیں، اور ہرموکھ گنگا کے متصل جنوب کی جانب واقع ہیں نند کا پانی بالکل صاف و زلال اور کالو کا اسم با مسمیٰ بالکل سیاہ ہے۔ ہندو لوگ ان کو بہت متبرک مانتے ہیں۔

(۱۷) کولو سر۔ یہ چشمہ بھی کوہ میں سے نکل کر ہرمکھ گنگا میں وارد ہوتا ہے۔

(۷) اشہ فیر۔ اشہ فیر کشمیری میں آنسو کے قطرے کو کہتے ہیں

ہیں۔ ہندوؤں کے قدیم اعتقاد کے مطابق یہ دو چشمے پاربتی کی آنکھوں سے گرے ہوئے دو قطرے ہیں۔

(vi) ستہ سر۔ یہ سات چشمے زوجہ بال (زوجی کا پہاڑ جس کے اوپر زوجیلا نام کا درّہ ہے اور جہاں سے کشمیر اور لداخ کی سڑک گذرتی ہے) پر ایک دوسرے کے متصل ہرموکھ گنگا سے آٹھ میل شمال کی طرف واقع ہیں۔ ان کے پانی کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ جنوب کی طرف کرانکھ ندی میں مل جاتا ہے۔ دوسرا حصہ راستہ بل کے سنگلاخ پہاڑ کے نیچے نیچے شمال کی طرف جاتا ہے۔ کچھ فاصلہ پر ظاہر ہوکر اس کوہستان کا پانی اپنے ساتھ شامل کرکے ایک نہر کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ پھر کوہ دگنی یا ایک غار میں داخل ہوکر پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی پانی نے اولر جھیل میں ظاہر ہوکر سندمت نامی شہر کو غرق کردیا تھا۔ ایک راجہ نے امتحاناً اس نہر میں گھاس کا پودا ڈال دیا۔ جو خاص اولر ناگ سے ظاہر ہوا۔

(vii) برہمہ سر۔ یہ چشمہ مرغزار جہالشہ مرگ پر واقع ہے، اس کو بھی اہل ہنود متبرک مانتے ہیں۔ اس کا پانی برہمہ سر کا منبع ہے جو مقام وِسن سَنہ لار سے ملحق ہوتا ہے۔

(viii) کرشنہ سر۔ یہ چشمہ کوہستان پرگنہ لار میں واقع ہے اور کرشنا گنگا (کشن گنگا) کا منبع یہی ہے۔

(ix) وشنہ سر۔ یہ بھی کرشنہ سر کے متصل ہی ایک عمدہ تالاب ہے۔

(x) گاڈہ سر۔ یہ چشمہ ستہ سر کے قریب ہی مشرق کی جانب ہے۔

(xi) یم سر۔ یہ چشمہ بھی گاڈہ سر کے ساتھ مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس کا پانی ہمیشہ نیلگوں نظر آتا ہے۔

(xii) سارن سر۔ یہ چشمہ گریز کی جانب واقع ہے۔ لیکن اس کا پانی سیاہ گون بتایا جاتا ہے۔

(xiii) شیر اسر۔ یہ تالاب ہرموکھ پہاڑی کے دامن میں مغرب کی طرف واقع ہے۔

(xiv) دودھ سر۔ شیرہ سر سے شمال کی جانب کوہ پلہ ولر پر واقع ہے۔

(xv) نیلہ سر۔ کوہ ہرموکھ کے دامن میں شمال کی طرف واقع ہے۔

(xvi) بھل سر۔ بیرہ بال پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ دیووں اور پریوں کا مسکن بتایا جاتا ہے۔

(xvii) نیلہ پون۔ وجہ بال کے دامن میں واقع ہے۔ بہت گہرا تالاب ہے۔

(xviii) ستہ کل ناگ۔ یہ بڑا چشمہ کوہ شمشہ بر (دیلاق بنگس کامراج) میں واقع ہے۔ اور اس سے سات نہریں نکلتی ہیں۔ جن میں سے چار دراوہ (کرناہ) جاکر وہاں کی زمینوں کو سیراب کرتی ہیں اور بعد میں کرشن گنگا (کشن گنگا) سے جا ملتی ہیں۔ باقی تین نہریں علاقہ ماور (لنگیٹ) اور راجوار

(ہندوارہ) میں سے گذر کر نالہ پہرو کے ساتھ شامل ہوجاتی ہیں۔
(xx) چہار چشمہ۔ یہ چشمے کاجی ناگ (حدود مچھی پورہ کامراج) میں واقع ہیں۔ ہمیشہ برف سے منجمد رہتے ہیں۔ اور راستے کی دشواری کے باعث ان تک پہنچنا مشکل ہے۔

ان میں سب سے بڑا کاجی ناگ ہے، جو ہمیشہ برف سے ڈھکا اور منجمد رہتا ہے۔

(xx) تار سر مار سر۔ یہ دو چشمے امرناتھ گپھا اور زوجی بل کے درمیان پہاڑی علاقے میں واقع ہیں۔ ایک کا پانی ہاروَن کے ذخیرہ آب کے ساتھ ملتا ہے، جہاں سے سری نگر کو نلکوں کے ذریعہ بہم رسانی آب ہوتی ہے اور دوسرے کا پانی لدر نالہ کے ساتھ ملتا ہے جو پہلگام میں سے گذرتا ہے۔

اس فہرست کے علاوہ یہ جھیلیں یا ناگ (چشمے) قابل ذکر ہیں:۔

(۱) آل پتھر یا اپروٹ (گلمرگ کے اوپر واقع ہے)
(۲) گنگا بل (۳) نرائین ناگ (۴) لال کول (۵) کونسر ناگ (پیر پنچال) (۶) شیشن ناگ

ڈل اور وچار ناگ، آنچار، مانسبل تو بالکل مشہور ہیں۔

۳ع۔ جل اودبھو۔ جل سنسکرت کا لفظ ہے، جس کے معنی پانی ہے اور جل اودبھو، پانی میں جنم لینے والے اور رہائش کرنے والے کو کہیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ اشارہ برف کے تودوں کی طرف ہے، جن کی موجودگی آج سے ہزار ہا برس قبل یقینی نظر آتی ہے۔ ان ہی

برفانی تودوں اور وسیع جھیل (بارہمولہ میں پہاڑ کے ٹوٹ جانے کا واقعہ اس کے بعد کا ہے) کا ہی شاید ایک اثر یہ بھی تھا کہ یہاں پر انسان کی آبادی نظر نہیں آتی تھی، فرانسیسی سیاح برنیر نے، جو شاہ جہاں کے عہد میں مغل بادشاہ کے ہمراہ کشمیر آیا۔ لکھا ہے کہ یہ بات قرینِ قیاس نظر نہیں آتی کہ بارہمولہ پہاڑ کاٹ کر دریائے جہلم کے پانی کے نکاس کے لئے راستہ تیار کرنا محض انسان کے زورِ بازو کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ پہاڑ بہت اونچے ہیں بلکہ گمان غالب ہے کہ شاید شدید نوعیت کے زلزلے سے، جو عموماً اس علاقے میں آتے رہتے ہیں اس پہاڑ میں سے راستہ نکل آیا ہوگا۔ کلہن پنڈت کی تاریخ راج ترنگنی میں بھی متعدد مقامات پر زلزلوں کا ذکر آیا ہے۔ ۱۵۵۲ء، ۱۶۸۱ء میں شدید زلزلے آنے کے واقعات تاریخ میں درج ہیں۔ انگریز سیاح دگنی جو ۱۸۳۵ء میں وارد کشمیر ہوا۔ ایک زلزلے کا ذکر کرتا ہے۔ جس میں تقریباً بارہ ہزار مکان برباد ہوگئے۔ اور ایک ہزار انسان لقمۂ اجل بن گئے۔ یہ زلزلہ ۲۶ جون ۱۸۲۸ء میں آیا تھا۔ اسی طرح ۳۰ مئی ۱۸۸۵ء میں ایک اور شدید زلزلہ آیا۔ جس میں بارہمولہ قصبہ کے تین چوتھائی مکان بالکل برباد ہوگئے۔ زلزلے کا یہ جھٹکا پانچ سو میل دوری تک محسوس کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس زلزلہ میں کل ۲۰ ہزار مکان، ۳۰ ہزار مویشی، اور ۳ ہزار انسانی جانیں تلف ہوگئیں۔ اسی قسم کے زلزلے زمانہ حال انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے شروع میں آتے رہے ہیں۔ اب بھی کشمیر کے بعض علاقوں یہاں تک کہ

شہر سری نگر کے بعض حصوں مثلاً کوہ سلیمان وغیرہ کو آتش فشاں اور بھونچال کا حامل بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اس بارے میں ابھی مفصل سائنسی تحقیقات ہونا باقی ہے۔

زلزلوں کے علاوہ کشمیر پرانے وقتوں سے سیلابوں، وباؤں، قحط اور آتشزدگی کی تباہ کاریوں کا شکار رہی ہے اور ہر مختصر وقفہ کے بعد یہ آفتیں اور بلائیں کشمیری لوگوں کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن ایک ایسے دور میں جب انسان چاند ستاروں تک پہنچنے کی تیاریوں میں لگا ہوا ہے، یہ بات کوئی مشکل نہیں کہ ان آفتوں پر قابو پایا جانے لگا ہے، بہتر طبی انتظامات کے نتیجے میں وباؤں کو قابو میں لانے اور فائر فائیٹنگ انجنوں سے آتش زدگی کی وارداتوں کو ختم کرنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی گئی ہے اور اب کشمیر کو سیلابوں سے نجات دلانے کے لئے بارہمولہ میں دریائے جہلم کے دہانے کو کشادہ کرنے کا کام شروع کیا گیا ہے۔ جو ہمیں اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ بارہمولہ میں پہاڑ کاٹنے اور دریا کے پانی کے لئے راستہ بنانے کا کام صرف دیوتاؤں کے بس کا ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ انسان کے زورِ بازو کا کام بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ قدرت کی قوتوں پر قابو پانے میں روز بروز کامیاب ہوتا جا رہا ہے۔

عــ۱ۂ ۔ ملاحظہ ہو "کشمیر" مصنفہ الحاج ڈاکٹر محی الدین صوفی ایم۔اے ڈی۔لٹ ۔ دو جلدوں میں ہے اور انگریزی میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب بڑی عرق ریزی کے ساتھ مرتب کی گئی ہے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے ۱۹۴۸ء میں شائع ہوئی ہے۔

ع۵ ۔ ملاحظہ ہو دیباچہ حصہ اول "مختصر تاریخ جموں وغیرہ" مولفہ الحاج مولوی حشمت اللہ خان لکھنوی ۱۹۳۹ء۔

ع۶ ۔ ریاست جموں و کشمیر کا آئین، ۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دستاویز الحاق، جس پر مہاراجہ ہری سنگھ نے دستخط کیے، کے مطابق ریاست اور ہندیونین کے باہمی تعلقات کو بالوضاحت بیان کرتا ہے۔ اس آئین کے لاگو ہونے سے پہلے ہی جموں و کشمیر کی اسمبلی نے ۱۹۵۱ء میں مہاراجہ کا عہدہ مٹا کر صدر ریاست کا نیا منتخب عہدہ قائم کیا تھا۔ مگر اس آئین کے ذریعہ ہی صدر ریاست کے طریق انتخاب اور اختیارات کا صراحت کے ساتھ تعین کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو آئین جموں و کشمیر دفعات ۲۶ تا ۳۶

دوسرا باب

طوفانِ نوح کے بعد

ا۔ راجہ آدِ گونند ۔ رعایا پر احسان کیا کرتا تھا۔ کلجوگ کے سمۃ سے بیس برس پہلے کشمیر کا حکمران بنا۔ بعض مورخین کے مطابق یہ راجہ جموں کے راجاؤں میں سے تھا۔ بعض کے نزدیک وہ راجہ متھرا کی اولاد میں سے تھا (ع۱) بتایا جاتا ہے۔ کہ کشمیر کا یہ بہت پرانا راجہ سری کرشن جی کے بھائی بلبدر جی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے عہد حکومت کی معیاد ستاراں (۱۷) برس بتائی جاتی ہے۔

۲۔ راجہ دَمُودَر اس کے متعلق بھی بتایا جاتا ہے کہ محسن تھا۔ اور یہ کہ کریوۂ دامودر وڈر میں ایک شہر آباد کیا۔ یہ کریوہ جس پرگنہ میں واقع ہے۔ اس کو پرگنہ اچھ کہا کرتے تھے (ع۲) مورخین نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ طوفان نوح اسی راجہ کے زمانہ میں آیا ہوگا۔ کیونکہ کلجوگ سمۃ کے ابتدائی برسوں میں ہی طوفان نوح آیا تھا۔ اس راجہ کے عہد حکومت کی معیاد تیرہ (۱۳) برس بتائی گئی ہے۔ مشہور کشمیری مورخ خواجہ اعظم دیدہ مری نے لکھا ہے۔ کہ اکثر کشمیریوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ طوفان نوح

کے بعد ہی کشمیر آباد ہو گیا اور اس وقت سے لے کر آج تک ملکِ کشمیر کی عمارت تعمیر ہوتی رہی (ع۳)

۳۔ جشومتی رانی

جشومتی راجہ دمودر کی رانی تھی اور اپنے خاوند کی وفات پر کشمیر کی حکمران بن گئی۔ اس نے پندرہ سال تک حکمرانی کی۔ یہ رانی کلجوگ سمنہ کے دسویں سال تخت پر بیٹھی تھی۔ (ع۴)

۴۔ بالِ گونند

جشومتی رانی کے بعد اس کا لڑکا، بال گونند، کشمیر کا حکمران بن گیا۔ اور ۲۵ سمنہ کلجوگ میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے چالیس سال تک حکمرانی کی۔ مگر بالآخر ہرن دیو کے ہاتھوں قتل ہوا۔

توضیحی نوٹ دوسرا باب

۱ء کشمیر کی تاریخ میں مندرج سب سے پہلے حکمران (جو رامائن اور مہابھارت کا ہمعصر معلوم ہوتا ہے) کے تذکرہ میں جموں اور متھرا کا حوالہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کشمیر کا جموں یا ہندوستان کے باقی حصوں کے ساتھ قدیم زمانے سے قریبی تعلقات رہے ہیں۔ البتہ راج ترنگنی کے مترجم سر اوریل اسٹین نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ کشمیر کے قدیم حکمرانوں کے نام کے ساتھ جموں کا ذکر بعد کا اضافہ ہے، جو شاید وقتی مصلحت کی بناء پر ایزاد کیا گیا ہے اور جس کی کوئی تاریخی حقیقت نہیں۔

۲ء۔ دامودر وڈر کو آج بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ کشمیری میں وڈر کریوہ یعنی بلندی پر واقع قطعۂ زمین کو کہتے ہیں۔ اسی کریوہ پر ایک جدید طرز کا ہوائی اڈہ تعمیر کیا گیا ہے۔ سری نگر آنے والے ہوائی جہاز اسی ہوائی اڈہ پر اترتے ہیں۔

۳ء۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک بزرگ پیغمبر گذرے ہیں۔ طوفانِ نوح بہت مشہور ہے اور اس کا حال الہامی کتابوں مثلاً بائبل وغیرہ میں درج ہے۔

۴ء۔ رانی جشومتی کو یشومتی بھی لکھا گیا ہے۔ شاید وہ دنیا

میں پہلی حکمران خاتون تھی۔ کشمیر نے جن متعدد ممتاز خواتین کو جنم دیا۔ ان کی فہرست طویل ہے۔ چند ایک کے نام یہ ہیں:۔
(۱) امرت پربھا (۲) چندر وتی (۳) دِیدہ (۴) کوٹہ رانی وغیرہ وغیرہ
تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "DAUGHTERS OF VITASTA" مصنفہ پنڈت پریم ناتھ بزاز، دہلی ۱۹۵۸ء

تیسرا باب

پانڈوؤں کی حکومت

۵۔ راجہ ہرن دیو بتایا جاتا ہے کہ کشمیر کا یہ راجہ پانڈوؤں میں سے تھا (۲۷) اس کے عہد حکومت کی میعاد تیس برس بتائی گئی ہے۔

۶۔ راجہ رام دیو ۹۵ سنہ کلجوگ میں مسند حکومت پر بیٹھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک شاندار حکمران تھا۔ مارتنڈ یعنی شور مٹن کے کریوہ پر ایک بڑا مندر تعمیر کرایا (۲۷) اس مندر کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ سلطان سکندر بت شکن نے اس کو مسمار کر دیا۔ اس راجہ کے متعلق یہ روایت بھی ہے۔ کہ شہر بابل بھی اسی نے تعمیر کیا۔ عہد حکومت کی میعاد ۶۹ سال بتائی جاتی ہے۔

۷۔ راجہ بیاسدیو راجہ بیاسدیو ۱۶۴ سنہ کلجوگ میں حاکم بنا۔ ایک نیک راجہ مانا گیا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ شہر بابل میں جو بہت گہرا کنواں تھا اور جسے چاہ بابل کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی نے تعمیر کیا تھا۔ اس نے ۵۶ سال تک حکمرانی کی۔

۸۔ راجہ ورنا — ۲۲۰ سنہ کلجگ میں حکومت سنبھالی اور ۵۸ سال تک حکومت کی۔ کوٹھیر کا مندر اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔

۹۔ راجہ سہم دیو — راجہ سہم دیو ۲۷۸ سنہ کلجگ میں تخت پر بیٹھا۔ بڑا نیک دل تھا۔ سہم پورہ اسی کے نام سے منسوب ہے۔ اس راجہ نے اپنے بھتیجے کے متعلق یہ شکایت سنی کہ اس نے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا ہے۔ تحقیقات کے بعد راجہ نے اپنے بھتیجے کو قتل کرنے سے گریز نہ کیا۔ اس راجہ نے ۵۴ سال حکومت کی۔

۱۰۔ راجہ گوپال چند — اس راجہ نے ۱۴ سال اور تین ماہ تک حکومت کی۔ ۳۳۲ سنہ کلجگ میں تخت پر بیٹھا۔ رعیت پروری کے لئے بہت مشہور تھا۔

۱۱۔ راجہ وزیانند — اس راجہ نے ۲۵ برس تک حکومت کی۔ ایک طرف سے اس راجہ نے وزہ بیور (جو بعد میں وجہ بیور کہلایا جانے لگا اور جسے اب بیج بہاڑہ کہتے ہیں) کو آباد کیا اور دوسری طرف سے کاشغر اور ختن کے علاقوں کو فتح کر لیا (ے ۲؎) راجہ ختن نے اپنی بیٹی کی شادی اس راجہ کے ساتھ کردی۔ وزیہ ایشری کا مندر اسی راجہ نے تعمیر کیا تھا جس کو سلطان سکندر نے مسمار کر دیا۔

۱۲۔ راجہ سکھدیو — ۳۷۰ سنہ ک میں تخت پر بیٹھا۔ یوں تو اس کی حکومت کی معیاد ۴۴ سال بتائی جاتی

ہے۔ لیکن چونکہ یہ راجہ عیاش تھا۔ اس لئے اس نے حکومت کے تمام کام اور اختیارات اپنے ایک وزیر کو سپرد کئے تھے۔

۱۳۔ راجہ راماننداً عہد حکومت ۔ ۵۷ سال ۔ رعیت پرور تھا۔ نگر کوٹ کا علاقہ فتح کر لیا۔ اور اس علاقہ کو اپنی آمدنی کا پانچواں حصہ بطور خراج شاہی ادا کرنے پر پابند بنالیا۔

۱۴۔ راجہ سندیمان کوہستان شمالی کے دامن میں ایک بڑا شہر آباد کیا۔ جس کا نام **سندمت نگر** رکھا گیا۔ ۸۰۴ ک میں کوہ سلیمان (شنکر آچاریہ) پر ایک مندر تعمیر کیا۔ اس مندر کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ سلطان محمود غزنوی نے یہاں پر نماز پیشین ادا کی۔ اس لئے اس مندر کو مسمار نہ ہونے دیا۔ (ع ۵) راجہ سندیمان نے ۶۵ برس تک حکومت کی۔

۱۵۔ مرہن دیو و کامن دیو یہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے بعد کشمیر پر حکمران ہوئے۔ ایک بھائی نے مراج کے علاقہ کی آبادی میں حصہ لیا اور دوسرے نے کامراج آباد کیا (ع ۶)

مرہن نیک اور اچھا راجہ تھا۔ برعکس اس کے کامن ظالم تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ راجہ مرہن کے عہد حکومت میں (۵۵۶ ک) ایک بہت بھاری سانپ بیج بہارڑہ کے نزدیک آسمان سے گر پڑا اور دو روز تک حرکت کرتا رہا۔ یہ سانپ اس قدر عظیم الجثہ تھا کہ ایک سال تک اس کا مردہ جسم ضایع نہ ہوسکا۔ اسی طرح راجہ کامن کے عہد حکومت میں دُم دار ستارہ دکھائی دیا۔

جس کی روشنی چاند کے برابر تھی (ٹ) ان دونوں راجوں نے کل ۵۵ سال تک حکومت کی۔

۱۶۔ راجہ چندر دیو سنہ ۵۹۱ک۔ میں تخت پر بیٹھا اور ۵۲ سال حکومت کی۔ عیاش ہونے کے علاوہ شرابی تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کے محل میں ۳۶۰ عورتیں تھیں۔ جن سے اس نے بیاہ کر لیا تھا۔

۱۷۔ راجہ آنند راجہ آنند سفاک اور بے رحم تھا۔ اس نے بہت سے لوگوں کو قتل کروایا۔ ۲۸ برس تک حکومت کی۔

۱۸۔ راجہ درپیا دیو اکیاون سال تک حکومت کی ایک بہادر حکمران کے علاوہ رعیت پرور بھی تھا۔ موضع شار میں ایک مندر قائم کیا۔ لیکن اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۱۹۔ راجہ ہرنام دیو ۳۹ سال تک حکومت کی۔ عیاشی کے لئے مشہور تھا۔ عام لوگوں کی عورتوں کو لوٹ کر لے جاتا تھا۔ اور عام شراب نوشی کی نہ صرف اجازت دے دی۔ بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی۔

۲۰۔ راجہ شُلکن دیو معیاد حکومت ۲۸ سال۔ اگرچہ عیاش تھا۔ مگر رحم دِل بھی تھا۔

۲۱۔ راجہ سنیادت احمق ہونے کے علاوہ ظالم بھی تھا۔ سترہ (۱۷) سال تک حکمرانی کی۔

۲۲۔ راجہ منگلادت یہ راجہ بھی عیّاش تھا اور اس کے

عہد حکومت میں جوا بازی عام ہو گئی ۔ ۳۹ سال تک حکومت کی۔

۲۴۔ راجہ بھیم سین

مدت حکومت ۶۱ سال ۷ ماہ ۔ فاسق اور سفاک تھا ۔ قصبہ بارہ مولہ اس راجہ نے تعمیر کرایا ہے ۔ بتایا جاتا ہے کہ سکندر ذوالقرنین راجہ بھیم سین اور راجہ یندر سین کا ہم عصر تھا ۔

۲۵۔ راجہ یندر سین

عہد حکومت چھتالیس برس بتائی گئی ہے راجہ یندر سین شراب نوشی اور فسق و فجور کے لئے مشہور ہے ۔

۲۶۔ راجہ سندر سین

مدت حکومت ۴۱ سال ۔ راجہ سندر سین سنہ ۱۰۱۸ کلجوگ میں حاکم ہوا ۔ خود بھی فاسق تھا ۔ اور اس کے عہد میں عام لوگ بھی افعالِ شنیعہ کے عادی تھے ۔ روایت ہے کہ اس کے عہد حکومت میں ایک نیک مرد اور عابد شخص کے بددعا سے سندھ مت نگر کا شہر غرق ہو گیا ۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ بزرگ آدمی لوگوں کو نصیحت کرتا تھا کہ وہ برے کاموں سے باز آجائیں ۔ مگر چونکہ انہوں نے اس کی نصیحت قبول نہ کی ۔ اس لئے ان کے گناہوں اور شامتِ اعمال کے نتیجہ میں زلزلے آئے ۔ اور سیلاب بھی آگیا اور ایک چشمہ نمودار ہوا ۔ جسے تالاب اولر کا نام دیا گیا (۸ع) بتایا جاتا ہے ۔ کہ اس سیلاب کا پانی بیج بہاڑہ تک پہنچ گیا تھا ۔ اس طرح سے پانڈوؤں کا راج کشمیر سے ختم ہوا ۔ اس خاندان کی بائیس پشتوں نے کشمیر پر حکمرانی کی تھی مگر اپنے برے اعمال کی وجہ

وہ غرق ہو گئے۔

۲۷۔ راجہ لَو راجہ لَو کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مالوہ کے راجگان میں سے تھا۔ اور لوگوں کی خواہش سے تخت پر بیٹھا۔ بتایا جاتا ہے۔ کہ اس راجہ نے لَولَو کا شہر آباد کیا۔ جسے اب لولاب کہا جاتا ہے۔ ایک روائت کے مطابق اس کے عہد میں لَولَو شہر (لولاب) کی آبادی اسی ہزار چار سو (۸۰۴۰۰) تھی۔ راجہ لو کی مدت حکومت ۶۰ سال بتائی گئی ہے۔

۲۸۔ راجہ کوشی شَی اس راجہ کے متعلق صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ میعاد حکومت سترہ سال تھی۔

۲۹۔ راجہ خگیندر ۳۰ سال تک حکومت کی۔ کاکاپورہ اور کھنہ موہ آباد کئے ہیں (ع۔۹)

۳۰۔ راجہ سور اندر ۴۷ برس تک حکومت کی۔ اس راجہ کے ہاں کوئی بیٹا نہ تھا اور اس کی اکلوتی بیٹی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایران کے شہریار (پادشاہ) اسفندیار کے بیٹے بہمن کے ساتھ بیاہی گئی تھی۔ اسفندیار کا قصہ شاہنامہ فردوسی میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۱۔ راجہ گودر کسی دوسرے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور حکمرانی موروثی طور پر حاصل نہیں کی۔ ۳۲ برس حکومت کی۔ اور بتایا جاتا ہے۔ کہ ہست ہیل) اور گودھر کے نام

دو گاؤں آباد کئے

۳۲۔ راجہ شورن مدت حکومت ۳۵ سال۔ ۱۱٦٦ سمہ ک میں حکمران بنا۔ آڑون آباد کیا۔ اور سونہ من کی نہر کی کھدائی کرائی۔ نیک اور احسان کرنے والا راجہ تھا۔

۳۳۔ راجہ جنک ۳۲ برس۔ سخاوت کرنے والا راجہ تبلایا گیا ہے۔ کامراج یعنی شمالی کشمیر میں باغ زالور تعمیر کرایا۔

۳۴۔ راجہ سچی نر ۴ سال۔ اپنی عمر حکومت کے انتظام و اہتمام میں بسر کی۔ شانگس کا گاؤں (ع۱۰) اور قریۂ شار کا علاقہ آباد کئے۔

۳۵۔ راجہ گلگندر مدتِ حکومت ۵۰۴ برس۔ راجی سچی نر کا بھتیجا تھا۔ ۱۳۴۳ سمہ ک میں تخت پر بیٹھا۔ بتایا جاتا ہے۔ کہ اس راجہ نے نونگری کرلوہ پر ایک شہر آباد کیا۔ اس شہر کا نام نونگر رکھا گیا اور یہ پرگنۂ چہراٹھ میں واقع تھا۔ اور اس کی آبادی تیرہ لاکھ کے قریب تھی (ع۱۱)

۳٦۔ راجہ بلدیو ۵۳ برس۔ رعایا پر احسان کرتا تھا۔ بلدیو پورہ کے نام پر ایک بستی آباد کی۔ ہیبہ مال اس راجہ کی لڑکی تھی۔ جس پر ناگرائے عاشق تھا۔ ہیبہ مال اور ناگرائے کے عشق کی داستان ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ اس داستان کا پورا حال پنڈت رتناکر مورخ نے لکھا ہے۔ اس عشقیہ داستان کو سیف الدین نے کشمیری زبان (نظم) میں قلمبند کیا ہے۔

۳۷۔ راجہ نل سین ۲۵ برس۔ ۱۴۳۱ء ک یں حکمران بنا۔ بہت ظالم تھا۔ اور نت نئے مظالم کے لئے مشہور ہے بتایا جاتا ہے کہ جب اس کے مظالم کی انتہا ہوگئی اور اس کے گناہوں کی ناؤ بھر آئی۔ تو وہ اپنے تین بچوں اور اہل و عیال کے سمیت آگ میں جل گیا۔

۳۸۔ راجہ گھوگرن ۳۶ برس۔ ۱۴۵۶ء ک یں مسند حکومت پر بیٹھا اور اپنی عمر احسان کے کاموں یں صرف کی۔ جموں کے راجوں کی نسل میں سے تھا۔ ہاری پربت پر شمال کی جانب شاری کا دیوی کے نام سے جو مندر موجود ہے۔ وہ اسی کا بنایا ہوا ہے۔ یہ مندر عام ہندوؤں کا مرجع بنا ہوا ہے اور اہل ہنود کے نزدیک اسے ان کی عبادت گاہوں یں ممتاز درجہ حاصل ہے۔

۳۹۔ راجہ پرہلاد ۱۱ برس۔ ۱۴۹۲ء ک یں دنیا ترک کردی۔ گوشہ نشینی اختیار کرلی اور اپنے ایک وزیر بمبور کو تخت پر بٹھایا۔

۴۰۔ راجہ بمبور ۸ سال۔ ۱۵۰۳ء میں راجہ پرہلاد کا جانشین بنا۔ نیک حکمران تھا۔ اور اپنے عمو زادہ کی بیوی لولری پر عاشق ہوگیا۔ بمبور اور لولری کے عشق کی داستان بھی کشمیر میں مشہور ہے۔ اور افسانوی حیثیت حاصل کر گئی ہے۔ ان دونوں کو ایک ہی شمشان بھومی پر جلایا گیا۔ جہاں بعد میں شلرخ نے اُگی (نئے صدا نوازی کے لئے مشہور ہے)

۴۱۔ راجہ پرتاپ شیل۔ ۳۶ برس۔ ۱۵۱۱ء یں تخت پر

بیٹھا۔ راجہ گگندر کے خاندان میں سے تھا۔ جھیل ادلر کے نزدیکی پہاڑ کے دامن میں ایک شہر آباد کیا۔ جسے بعد میں پرتاپ نگر کے نام سے پکارا گیا۔ اس راجہ نے پنچھ بھون میں ایک مندر تعمیر کیا۔

۴۲۔ راجہ سنگرام چند ایک برس ۱۴ ماہ۔ رعیت پرور تھا۔ ۱۵۱۴ء میں تخت پر بیٹھا۔ سنگرام پورہ آباد کیا۔

۴۳۔ راجہ لارک چند ۳۱ برس۔ رعیت پرور تھا۔ اس کے عہد میں حکومت کا نمایاں کام یہ تھا کہ پرگنہ لار سے لارک نگر تک ایک نہر کھودی گئی۔ جسے آج بھی لار کوہل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۱۵۴۸ء میں تخت پر بیٹھا۔

۴۴۔ راجہ بیرم چند ۴۵ برس۔ ۱۵۷۹ء میں حاکم مقرر ہوا۔ اچھی طبیعت کا آدمی تھا۔ جو چیز سامنے ہوتی۔ خیرات کر دیتا۔

۴۵۔ راجہ بیکھن ۱۷ برس۔ ۱۶۲۴ء کلجوگ میں تخت پر بیٹھا۔ کہتے ہیں کہ انتظام مملکت اس کی بیوی کرتی تھی۔ اس عورت کا نام چندر رانی تھا۔ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ رکھشیر کی بد دعا کے سبب رانی کے ہاں مردانہ علامتیں ظاہر ہوئیں۔ اور راجہ عورت بن گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۴۶۔ راجہ بھگونت ۱۴ برس۔ ۱۶۴۱ء ک میں تخت پر بیٹھا۔ بھگونت راجہ بیکھن کا بھائی تھا۔ اور

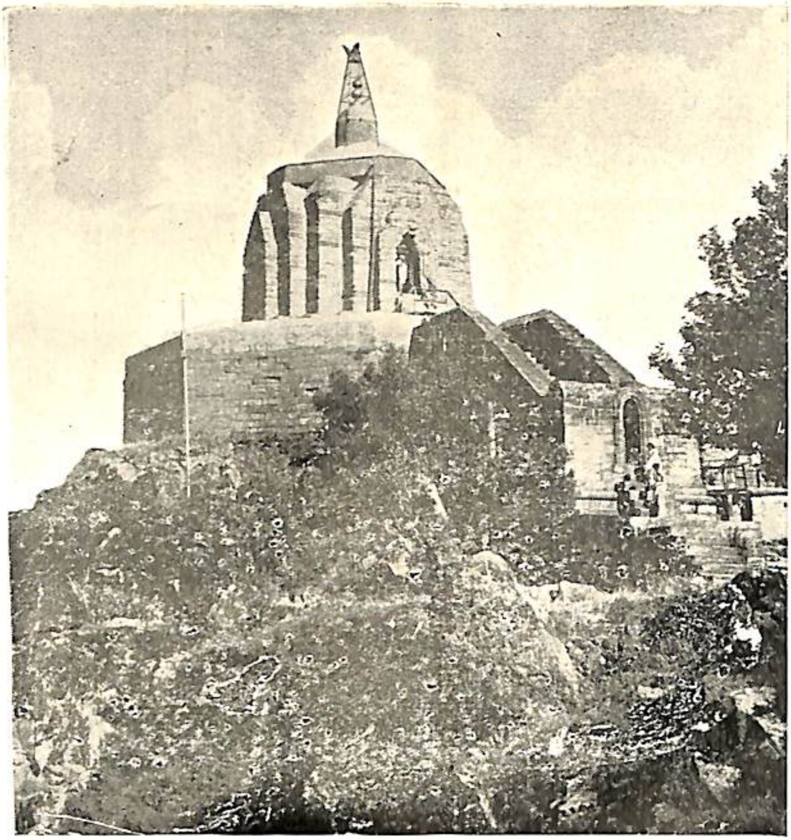

تخت سلیمان (شنکراچاریہ)

رعیّت پرور تھا۔

۴۷۔ مہاراجہ اشوک ۱۵ برس۔ ۱۶۵۵ سمہ ک میں بادشاہ بنا۔ راجہ سچی نر کی اولاد میں سے بتایا جاتا ہے۔ اس بادشاہ نے ہندوستان بھر میں بدھ مذہب کو رواج دیا۔ کشمیر میں اس بادشاہ نے سیر کے نام سے ایک شہر آباد کیا (ع ۱۲) جس کی آبادی چھ لاکھ کے قریب تھی۔ کہادر پارہ میں قلعہ سیر تعمیر کیا۔ نرائن ناگ کے چشمہ پر ایک بت خانہ تعمیر کیا۔ جسے بوتی شوری کے نام سے پکارا گیا۔ یہ مندر اب بھی موجود ہے۔

۴۸۔ راجہ جلوک۔ ۶۰ سال۔ اشوک کا دوسرا بیٹا تھا۔ شیو ازم کا معتقد تھا۔ اور انتظام مملکت میں چند نمایاں تبدیلیاں کیں (ع ۱۳) بتایا جاتا ہے کہ اس راجہ نے ایک بڑے اور موٹے سانپ کو تسخیر کر لیا تھا۔ جس پر بیٹھ کر وہ سواری کرتا تھا۔ اس راجہ نے قندہار اور باختر کے علاقے فتح کر لئے (ع ۱۴)

۴۹۔ راجہ دامودر ۳۲ برس۔ راجہ جلوک کا بھائی تھا۔ کریوہ دامودر پر ایک شہر اسی نے آباد کیا ہوا تھا۔ گوڈہ سنھو بھی اسی راجہ نے بنایا۔

توضیحی نوٹ تیسرا باب

ع۱۔ پانڈؤں اور کوروؤں کی جنگ بہت مشہور ہے۔ جس کا حال مہابھارت میں درج ہے۔ اس جنگ میں سری کرشن جی نے ارجن کو جو اپدیش دیئے۔ وہ بھگوت گیتا میں درج ہیں۔

ع۲۔ مارتنڈ (مٹن) کے مندر کے کھنڈر اب بھی موجود ہیں۔ جو حکومت ہند کے محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں ہیں۔ یہ اور دونتی پورہ وغیرہ کے کھنڈرات آج کل سیاحوں کی دلچسپی کا باعث ہیں۔

ع۳۔ کشمیر میں بابل آج بھی کسی ایسے کنوئیں کو کہتے ہیں۔ جو وسیع اور عریض ہونے کے علاوہ کافی گہرا بھی ہو۔

ع۴۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر کی سرحدیں پرانے وقتوں میں کاشغر اور ختن تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ دونوں شہر چینی ترکستان (سنکیانگ) میں شامل ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے کاشغر اور ختن ایک پہاڑی راستہ کے ذریعہ لداخ اور کشمیر کے ساتھ ملے ہوئے تھے اسی راستے کے ذریعہ وسط ایشیا اور ہندوستان کی باہمی تجارت بھی ہوتی تھی۔ چینی ترکستان کے حاجی اسی راستہ پر چل کر کشمیر میں سے گذرتے تھے۔ مگر چند برسوں سے یہ راستہ بند پڑا ہے۔

ع۵۔ دیگر تاریخوں کی رو سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ سلطان محمود غزنوی کشمیر آیا تھا۔ مگر تخت سلیمان پر ایک مسجد کے آثار

کے بارے میں قدیم اور جدید کتابوں میں لکھا جا چکا ہے۔ مثال کے طور پر منشی محمد الدین فوق کے اخبار "کشمیری میگزین" لاہور بابت اکتوبر ۱۹۱۰ء میں شایع شدہ ایک مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔ جو درج ذیل ہے:-

"سری نگر سے جانب مشرق ڈل کے کنارے ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے ..... مذکورہ پہاڑی کی آخری چوٹی پر ایک عمارت گنبد نما پتھر سے بنی ہوئی ہے، جسے مسلمان تو تخت سلیمان سے منسوب کرتے ہیں۔ اور اہل ہنود شنکر اچارج کہتے ہیں۔ ...... کل ۲۰۔ اگست ۱۹۱۰ء کو راقم اور بابو رحیم بخش صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول اس پہاڑی پر علی الصباح چڑھ گئے۔ وہ عمارت جو ہمیں دور سے ایک چھوٹی سی برجی معلوم ہوتی تھی، اب ایک بڑے مقبرے یا مندر کی صورت معلوم ہوتی ہے۔ مگر اندر سے ستون پر عربی عبارت کا لکھا ہوا موجود ہونا ...... یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمارت مسلمانوں کے ہاتھوں سے بنی ہے۔ ..... مندر کے اندر وسط میں چار ستون پتھر کے ہیں ..... چاروں ستونوں کے درمیان شیوجی کی مورت ہے ..... مندر کے ہر چہار ستونوں میں سے جو ستون گوشہ جنوب و مغرب میں ہے، اس کے دو پہلوؤں پر عربی عبارت کندہ ہے۔ جس کے حروف

سطح سے اونچے دکھائی دیتے ہیں۔ بہت کوشش کی۔ مگر کچھ مطلب حاصل نہ ہوا۔ اس لئے چند الفاظ کی بعینہٖ نقل کی جاتی ہے۔ تاکہ شاید ناظرین میں سے کوئی صاحب اس معمہ کو حل کر سکیں، ایک پہلو پر حسب ذیل عبارت ہے۔ دھمادایں سوت یہاں الفاظ کسی نے ٹوٹ دئے ہیں صمم چہمارصر دوسرے پہلو پر ایں سوق معلہ تق کوصرین عبارت اڑی ہوئی ہے۔ وجان دمرسا لکھا ہوا ہے.....؛

غلام محمد خادم ازسری نگر۔ ۲۱۔ اگست ۱۹۱۰ء،،

دیگر جن یورپی سیاحوں نے اس پہاڑی کو تخت سلیمان کے نام سے پکارا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) جارج فورسٹر۔ ۱۷۸۳ء

(۲) جی۔ ٹی۔ وِگنی
(۳) ہیوگل
(۴) ہنڈرسن
} ۱۸۳۵ء

جارج فورسٹر نے تخت سلیمان پر مسجد کے وجود کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ میں نے خود یہ عبادت گاہ دیکھی ہے۔

انگریزی ماہنامہ "کشمیر" جلد ۱ نمبر ۵ یکم فروری ۱۹۵۱ء (مطبوعہ پبلیکیشنز ڈویژن حکومت ہند) میں سنت نہال سنگھ کے مضمون بعنوان "کلچرل بیک گراؤنڈ" میں لکھا گیا ہے کہ شنکراچاریہ مندر کے پاس ہی مسلمانوں نے ایک مسجد بنوائی تھی؛

ع۶ ۔ مراج اور کم راج آج بھی کشمیریوں کی بول چال میں رائج ہے۔ مراج (یا مراز) کشمیر کے جنوبی حصے یعنی موجودہ ضلع اننت ناگ کے علاقوں اور کم راج (یا کامراج یا کم راز) شمالی علاقے یعنی موجودہ ضلع بارہ مولہ کو کہا جاتا ہے۔

ع۷ ۔ کشمیر کے دیہاتی آج بھی دُم دار تارے کو بُرے شگون سے تعبیر کرتے ہیں۔

ع۸ ۔ جھیل وولر (فارسی کتابوں میں اُولر لکھا گیا ہے) میں آج بھی جزیرہ موجود ہے۔ جس میں سلطان زین العابدین (بڈشاہ) نے ایک شاہی عمارت کے علاوہ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔

ع۹ ۔ کاکاپورہ اور کھنموہ کے نام سے اب بھی دو گاؤں تحصیل پلوامہ (کشمیر) میں موجود ہیں۔

ع۱۰ ۔ شانگس یا شوانگس کے نام کا گاؤں اس وقت بھی موجود ہے۔ اور اسی نام سے دیہات سدھار کا ایک بلاک شمالی کشمیر میں قائم کیا گیا ہے۔

ع۱۱ ۔ چہراٹ اب بھی اس علاقے کو کہتے ہیں۔ جو سمبل نارہ بل کے متصل واقع ہے۔

ع۱۲ ۔ فارسی تاریخوں میں سیر شہر کا ذکر کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد سرینگر ہو۔ کیونکہ اکثر ہندو مورخوں کا بیان ہے کہ سری نگر اشوک کا بنوایا ہوا ہے۔ سری یا سیر شہر کا نام تھا اور نگر سنسکرت کا لفظ ہے جو شہر کے مرادف ہے، جیسے جام نگر، احمد نگر وغیرہ۔ لیکن اشوک کا بنوایا ہوا شہر اب پاندریٹھن کے کھنڈرات میں منتقل ہو گیا ہے۔

۱۳ء۔ راجہ جلوک نے حکومت کا انتظام چلانے کیلئے جو عہدے قائم کئے تھے وہ یہ تھے :-

(۱) منتری یعنی وزیر (۲) پروہت یعنی دینی پیشوا اور سیاسی مشیر
(۳) یوراج یعنی ولی عہد (۴) سیناپتی یعنی سپہ سالار
(۵) دوارپل یعنی دربان (۶) انترسیوک یعنی شاہی محلات کا مہتمم۔
(۷) کارگھر ادھیکاری یعنی ناظم جیل خانجات۔
(۸) وریا سمسکیکرت یعنی مہتمم خزانہ۔
(۹) سالی دھر خزانہ کا محتسب یعنی آڈیٹر۔
(۱۰) پردھستر یعنی انتظامیہ اور عدلیہ محکموں کا ناظم۔
(۱۱) نگردیشک یعنی کوتوالِ شہر۔
(۱۲) کریانرمناکرت یعنی چیف انجینیئر۔
(۱۳) دھرم ادھشک یعنی چیف جسٹس۔
(۱۴) سبھا ادھشک یعنی اسمبلی کا پریذیڈنٹ۔
(۱۵) ڈھنڈپل یعنی فوجداری معاملات کا ناظم۔
(۱۶) درگاپل یعنی قلعوں اور فصیل کا نگہبان۔
(۱۷) راشٹر انت پل یعنی پیادہ سپاہ کا نگران۔
(۱۸) اتوی پل یعنی جنگلات کا محافظ یا کنسرویٹر۔

۱۴ء۔ قندہار اور باختر کے علاقے افغانستان میں ہیں۔ اس ملک کو مختلف تواریخ میں گندھار کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

چوتھا باب

حضرت سلیمان پیغمبرؑ کی کشمیر میں آمد

بتایا جاتا ہے کہ ۱۷۹۸ ک میں حضرت سلیمان ؑ پیغمبر کشمیر میں تشریف لائے ۔ اور ایک ہفتہ تک سیر کی۔ فارغ ہونے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان ؑ نے اپنے ساتھ تین شہزادے لائے۔ جو ترکستان کے تھے۔ حضرت سلیمان ؑ نے کشمیر کا ملک ان شہزادوں کو جاگیر کے طور پر دے دیا۔ ان تین شہزادوں کے نام یہ بتائے جاتے ہیں:۔

(۱) ہشک (۲) کنشک (۳) زشک

حضرت سلیمان ؑ نے قیام کشمیر کے دوران کوہ چیٹ لدرک پر قرار کیا۔ جس کی بنا پر یہ پہاڑی کوہ سلیمان کے نام سے مشہور ہوگئی اور کشمیر کو باغ سلیمان کا نام دے دیا گیا۔ ع

۵۱۔ ہشک۔ کنشک۔ زشک ۴۱ برس۔ حضرت سلیمان ؑ کی اعانت و امداد سے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ لیکن چونکہ رعایا سب کی سب غیر مذہب

سے تعلق رکھتی تھی۔ لہذا وہ حکومت چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے۔ راجہ نرشک نے علاقہ پہاگ میں ذکرہ نام کے ایک گاؤں کی بنیاد ڈالی (۲۔ع) اور ذکرہ نام کی ایک نہر نکالی۔

۵۲۔ راجہ اکھی میگو ۲۳ برس۔ ۱۸۳۹ ک میں عوام کے اتفاق رائے سے حاکم مقرر ہوا۔ بدھ مذہب کے جو بھی نشانات کشمیر میں قائم ہوئے تھے۔ اس راجہ نے ان تمام کو ختم کر ڈالا۔ اس کے عہد حکومت میں چندر راج نام کے ایک برہمن نے نیلہ مت پوران کی کتاب ڈھونڈ نکالی۔ یہ کتاب نیلہ ناگ کے قریب سے کسی جگہ سے بر آمد ہوئی (۳۔ع)

۵۳۔ راجہ گونند سوم ۳۵ سال۔ راجہ لو کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۸۶۴ک میں تخت پر بیٹھا۔ اور عدل و انصاف سے کام لیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کی اولاد نے دو ہزار چھ سو سال تک حکومت کی۔

۵۴۔ راجہ وبہشین ۵۳ سال ۶ ماہ۔ گونند سوم کا بیٹا تھا۔ اس راجہ کا دوسرا نام کنز بھی تھا۔

۵۵۔ راجہ اندرجیت ۳۵ سال۔ محسن تھا۔ "گلدستہ کشمیر" کے مصنف کے بیان کے مطابق لو کی شوری کا مندر، جہاں پر اب مزار السلاطین ہے اور جس میں سلطان زین العابدین بڈشاہ مدفون ہیں۔ اسی راجہ نے تعمیر کیا تھا۔

۵۶۔ راجہ وَن۔ ۳۰ سال۔ ۱۹۸۶ء تک یں تخت پر بیٹھا۔ محسن تھا۔

۵۷۔ راجہ دبیشن ۳۶ سال ۹ ماہ۔ راون کا بیٹا تھا۔ سازو سرود اور سنگیت کے ساتھ گہری دلچسپی تھی۔ علم موسیقی کا ماہر تھا۔ اور شعر بھی کہا کرتا تھا۔

۵۸۔ راجہ نَر ۳۹ سال ۳ ماہ۔ سمہ ۲۰۵۴ک میں تخت پر بیٹھا۔ عادل تھا۔ دریائے ویہت (جہلم) کے کنارے چکدار کے مقام پر ایک شہر آباد کیا۔ اس بادشاہ کی نسبت مشہور ہے کہ رات دن اپنی بیوی کے ساتھ عیش و عشرت منانے میں مصروف رہا کرتا تھا۔

۵۹۔ راجہ سِدّہ ۶۰ سال۔ عادل تھا۔ سمہ ۲۰۹۱ک میں حکومت سنبھالی۔

۶۰۔ راجہ اوت پلاک ۳۰ سال۔ سمہ ۲۱۵۲ک میں تخت پر بیٹھا عدل و انصاف کیا کرتا تھا۔

۶۱۔ راجہ ہرنیاک ۳۷ سال۔ سمہ ۲۱۸۲ک میں حکومت کا انتظام سنبھالا۔ اپنے عہد حکومت میں عدل کیا۔

۶۲۔ راجہ ہرنیہ کل ۶۰ سال۔ محسن تھا۔

۶۳۔ راجہ وَسہ گل ۶۰ سال

۶۴۔ راجہ مہرہ گل ۷۰ سال۔ ۲۳۹ سمہ ک میں حاکم بنا۔ سفاک تھا اور خونریزی کی۔ ایک بیان ہے کہ تین کروڑ اشخاص مرد و زن کو قتل کیا۔ دوسری روائت ہے کہ تین لاکھ مرد و زن کو ہلاک کیا۔ اس راجہ نے کہادر پارہ میں چندر کوئل نام سے ایک نہر نکالی۔

۶۵۔ راجہ بک ۶۲ سال ۹ نو ماہ۔ ۲۴۰۹ سمہ ک میں مسند حکومت پر بیٹھا۔ اپنی عمر رعایا پر احسانات کرنے میں صرف کی۔ پونچھ کا شہر اسی راجہ نے بنایا۔ اور علاقہ پھاک کے شمال میں ماؤس نہر کھدوائی۔

۶۶۔ راجہ کھتی نند ۳۰ سال۔ ۲۴۸ سمہ کلجوگ میں ارکانِ مملکت کے اتفاق رائے سے حکمران بنا۔

۶۷۔ راجہ وسہ نند ۵۲ سال۔ ۲۵۰۲ سمہ ک میں تاج سر پہ رکھا۔ کہتے ہیں کہ بڑا دانا اور عقلمند تھا۔

۶۸۔ راجہ نر ۶۰ سال۔ ۲۵۵۴ سمہ ک میں تاج پہنا۔

۶۹۔ راجہ اچھ ۶۰ سال۔ ۲۶۱۴ سمہ میں حکمران بنا۔ اچھ بل کا قصبہ اسی راجہ کا بنایا ہوا ہے۔ ء ۵

۷۰۔ راجہ گوپادت ۶۰ سال ۶ ماہ۔ ۲۶۷۴ سمہ ک میں حکمران بن گیا۔ رعیت پرور تھا اس راجہ نے جانور کشی کو ممنوع قرار دیا تھا۔ اور کوہ سلیمان کے مندر

جسے زلیشٹی شوری (۶ع) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کی مرمت کرائی اور اس مندر کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے گوپہ کار اور پھوآرہ کے مقامات کو وقف رکھا۔

۷۱۔ راجہ گوکرن — ۵۸ سال۔ ۲۷۳۴ سمہ ک میں تخت پر بیٹھا۔

۷۲۔ راجہ نرندر آدت — ۳۶ سال تین ماہ کی مدت تک حکومت کی۔

۷۳۔ راجہ اندہ جدشتر — ۵۸ سال۔ ۲۸۲۸ سمہ ک میں تخت پر بیٹھا۔ ابتداءمیں محسن تھا۔ لیکن بعد میں سفاک اور خون ریز بن گیا۔ بالآخر اسے قدرت کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی۔ اس کی آنکھیں خراب ہوگئیں۔ اور اندھا ہوگیا۔ ۲۸۳۸ سمہ ک میں ہرموکھ پہاڑی (۷ع) کے دامن میں کوہامہ (۸ع) کے دیہات حد سے زیادہ برف پڑ جانے، بجلیاں گرنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے اور تمام لوگ بمعہ مال و مویشی بارش کے پانی کی زیادتی سے جھیل اولر میں بہہ گئے۔

توضیحی نوٹ چوتھا باب

ٹ۔ راج ترنگنی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے کشمیر آنے کے مبینہ واقعہ کا کوئی ذکر نہیں۔ لیکن بعد کے مورخوں نے اس واقعہ کو درج کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے اس بیان کی کوئی تاریخی بنیاد ہو، لیکن یہ ضرور ہے کہ برنیر نے بھی کشمیر کو باغ سلیمان لکھا ہے۔ اور سرینگر میں پتھروں کی قدیم ترین عمارت کو، جو اب بھی موجود ہے، تخت سلیمان کے نام سے پکارا گیا ہے اور اب بھی اسے اس نام سے یاد کیا جاتا ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ کشمیریوں کو اسرائیلی نسل سے وابستہ کیا جاتا ہے۔

وادی کشمیر میں بعض دوسرے پیغمبروں کی آمد کے دعوے بھی کئے جانے لگے ہیں۔ مثلاً یہ دعویٰ کیا جانے لگا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کشمیر آئے تھے۔ اور وہ آیتہ مولہ (بانڈی پورہ) میں دفن ہیں۔

اسی طرح یہ دعویٰ بھی حال ہی میں پیش کیا جانے لگا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھ جانے اور نئی زندگی پانے کے بعد کشمیر آئے۔ اور یہیں پر دفن ہوئے۔ اس تھیوری کے حامیوں کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر وہی

ہے۔ جیسے سری نگر کے محلہ روضہ بل (خانیار) کے مقامی باشندے حضرت یوز آسف کی درگاہ کہتے ہیں۔ روضہ فارسی کا لفظ ہے۔ جو زیارت یا مقبرہ کے مرادف ہے اور بل کشمیری زبان کا لفظ مطلب گھاٹ سے ہے۔ آج کل روضہ بل پانی کی سطح سے قدرے دور ہے۔ مگر عین ممکن ہے کہ کسی زمانے میں نزدیکی نالے کا پانی اس کے قریب تھا۔ شاید اسی نسبت سے اسے بل کہتے ہیں۔ بلکہ تاریخی شہادت سے پایا جاتا ہے کہ آج سے صرف ساٹھ برس پہلے جو بڑا سیلاب آیا تھا۔ اس کی وجہ سے روضہ بل کا اکثر حصہ زیر آب آگیا تھا۔

ع۲۔ علاقہ پھاک اور ذکرہ کا گاؤں آج بھی اسی نام سے موجود ہیں۔ جھیل ڈل سری نگر کے کنارے واقع ہیں۔

ع۳۔ نیلہ مت پوران کا ذکر پہلے باب میں آچکا ہے۔

ع۴۔ دریائے جہلم کو کشمیری میں ویتھ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسے ہندی کتابوں میں وتستا لکھا گیا ہے فرانسیسی سیاح برنیر نے اسے بہت BHIT لکھا ہے۔ لیکن صحیح ویتھ ہے۔

ع۵۔ اچھ بل کے چشمے پر باغ مغل بادشاہ شاہجہاں کا بنوایا ہوا ہے۔

ع۶۔ تواریخ کی رو سے سرینگر میں ہندوؤں کے قدیم تر مندروں میں مشہور تر یہ ہیں:۔

(۱) زیشٹی شوری ۔ شنکر اچاریہ کا مندر۔

پانچواں باب

ہندوستان میں سکندر اعظم کی آمد

۴۷۔ سکندر اعظم جسے سکندر فیلقوس بھی کہتے ہیں ۳۵۶ قبل مسیح میں پیدا ہوا۔ اور عیسوی سنہ سے ۳۲۳ سال قبل وفات پائی۔ پنڈت رتناکر کی تاریخ کے مترجم اور مُلا احمد کا بیان ہے کہ سکندر کشمیر بھی آیا تھا اور یہاں آکر وہ واپس چلا گیا (ع۔ا)

سکندر کی عمر بیس (۲۰) سال تھی ۔ کہ تاج شاہی اس کے سر پر رکھا گیا۔ فارس کی چڑھائی کے وقت اس کی عمر صرف تیس (۳۰) سال تھی ۔ مگر باوجود اس کے وہ دنیا کے نہایت نامور اور بہادر سپاہیوں کے زمرے میں شمار ہوتا ہے، اور سکندر اعظم کے نام سے صفحاتِ تاریخ میں مشہور ہے ۔ اس نے تمام ایشیائے کوچک اور فارس کو فتح کرلیا۔ فارس کے بادشاہ دارا سے اس نے جتنی لڑائیاں لڑیں ۔ ان سب میں جیت حاصل کرلی۔ اس کے بعد ترکستان اور افغانستان فتح کرتا ہوا درۂ خیبر کے راستے جہاں سے کسی زمانے میں آرین نسل کے لوگ پنجاب میں داخل

(۲) شاری کا دیوی ـ ہاری پربت کے شمال مغرب میں واقع مندر۔
(۳) لوکی شوری ـ یہاں اب مندر کی بجائے بڈشاہ کا مقبرہ ہے۔ جو محکمہ آثار قدیمہ کے سپرد ہے۔
(۴) کالی شوری ـ خانقاہ معلیٰ کی جو دیوار دریائے جہلم کی طرف ہے۔ وہاں اب بھی سیندور اور چاول وغیرہ کی بھینٹ چڑھا کر اس نام کی دیوی کی پوجا ہوتی ہے اب کچھ عرصہ سے سری نگر کے روگناتھ مندر اور گنپت یار مندر کو بھی اہمیت دی جانے لگی ہے۔
ع۷ ـ ہرموکھ کی چوٹی (۱۶،۸۹۰ فٹ سطح سمندر سے بلندی پر واقع ہے) وادیٔ سری نگر کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ خصوصیت منسوب کی جاتی ہے کہ جس جس علاقے پر ہرموکھ کی نگاہ پڑتی ہے۔ وہاں کا سانپ زہریلا نہیں ہوتا۔ امر واقعہ بھی یہی ہے۔ کہ کشمیر کے اکثر حصوں میں سانپ کے کاٹنے کا نتیجہ لازماً ہلاکت کی صورت میں نہیں نکلتا۔ موکھ کشمیری میں منہ یا چہرہ کو کہتے ہیں۔ گویا ہرموکھ کے معنی "بہت چہروں والا" ہے۔ امر واقعہ بھی یہی ہے کہ ہرموکھ پہاڑی کی ایک نہیں کئی چوٹیاں ہیں۔ جو ہر جانب سے نظر آتی ہیں۔
ع۸ ـ بانڈی پورہ کے ارد گرد کے علاقے کو کوہیامہ کہتے ہیں۔

ہوئے تھے۔ ہند میں پہنچا۔ سکندر چاہتا تھا کہ دریائے گنگا کی وادی کی طرف بڑھے اور پورے ہندوستان کو فتح کر لے۔ مگر اس کے سپاہی تنگ آگئے تھے۔ انہوں نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ وطن چھوڑے برسوں ہو گئے تھے اور وہ واپس یونان جانا چاہتے تھے۔ لہذا سکندر کو لوٹنا پڑا۔ ایشیائے کوچک میں بابل کے مقام پر پہنچا تھا کہ بخار کے عارضے میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔

۷۵۔ راجہ پرتاپ آدتا

راجہ پرتاپ آدتا نے ۲۸۸۹ کلمی میں کشمیر کی عنانِ حکومت سنبھالی۔ ایک روایت ہے کہ اسے سکندر اعظم نے فرمان دیا تھا۔ ایک دوسری روایت ہے۔ کہ کشمیر کے ارکانِ مملکت نے باتفاق اسے حکمران منتخب کیا۔ لوگوں پر کافی احسان کئے ہیں۔ ۳۲ سال تک حکومت کی۔

۷۶۔ راجہ جلوک دوئم

اس کے عہد حکومت کی مدت ۳۲ برس بتائی جاتی ہے۔

۷۷۔ راجہ تونجین

یہ راجہ ۲۹۵۰ کلمی میں تختِ کشمیر پر بیٹھا۔ منصف مزاج حکمران تھا۔ کیموہ اسی راجہ کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ اس کے عہد حکومت میں ۳۰۰۰ کلمی میں شدید قحط پڑا۔ کہتے ہیں کہ خدا کے فضل کا حال یہ تھا۔ کہ فصل پک جانے تک ہر شخص

دو کبوتروں کا گوشت بریانی پک کر خود بخود سامنے آجاتا تھا۔ ۳۶ برس تک حکومت کی۔

۷۸۔ راجہ یحیٰ یہ راجہ ۲۹۸۶ سمہ ک میں ارکان مملکت کے اتفاق رائے سے ناظم اور حاکم مقرر ہوا اس نے زیح بہاڑہ کا شہر آباد کیا اور وہیں پر حکومت کا مرکز قایم کیا (۳۷) آٹھ سال تک حکومت کی۔

۷۹۔ راجہ جے اندر اس کی حکومت کی مدت ۳۷ سال بتائی جاتی ہے وہ ۲۹۹۴ سمہ ک میں سندمت نامی ایک وزیر کی امداد سے تخت پر بیٹھا۔ لیکن اسی وزیر کے ہاتھوں وہ قتل بھی ہوا۔

۸۰۔ راجہ سندیمان المعروف آری راج یہ راجہ وزیروں اور امیروں کی متفقہ رائے کے مطابق تخت پر بیٹھا۔ اس کی حکومت کی مدت ۴۷ سال بتائی جاتی ہے۔ اپنے عہد حکومت میں اس راجہ نے لوگوں پر احسان کرنے کی کوشش کی۔ اس کی حکومت کے تیرہ سال بعد سنہ ہجری شروع ہو جاتا ہے۔ بتخانۂ ایشہ براری اور علاقہ پھاک میں آری کویل اسی کی تعمیر کی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ یہ راجہ بومہ زوہ کی غار میں داخل ہوا لیکن واپس نہ نکلا۔ اس لئے اس غار کو آری رائے گپھ کہتے ہیں۔ (۳۸)

۸۱۔ راجہ میگواہن۔ مدت حکومت ۳۴ سال۔

راجہ سندیمان آری رائے نے جب حکمرانی سے استعفیٰ دیدیا تو یہ راجہ اس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ کہتے ہیں کہ یہ راجہ اندہ جدشتر کی اولاد میں سے تھا۔ رعیت پروری کے لئے مشہور تھا۔ منیگام۔ میگہ مٹھ اور میگہ ون اس کا آباد کیا ہوا ہے (۵)

۸۲۔ راجہ سرشٹہ سین

مدت حکومت ۳۰ سال۔ یہ راجہ ۶۸۰ قبل بکرمی میں تخت پر بیٹھا۔

۸۳۔ راجہ ہرن

راجہ ہرن ۳۸ قبل بکرمی میں کشمیر پر حکمران ہوا۔ اور اس کی مدت حکومت ۳۰ سال ۲ مہینے بتائی جاتی ہے لاولد تھا۔ اس لئے لوگوں نے راجہ بکرماجیت سے جو ہندوستان کا بادشاہ تھا، رجوع کیا۔ اور ملک کشمیر کا نظم ونسق سنبھالنے کی درخواست کی۔ راجہ بکرماجیت نے ماترگپت کو اپنی جانب سے کشمیر کا حکمران یا ناظم مقرر کیا۔

توضیحی نوٹ پانچواں باب

ع۱۔ دیگر تاریخی کتب کی رو سے سکندر اعظم کے کشمیر آنے کا واقعہ ثابت نہیں ہوتا۔

ع۲۔ آج کل کے مادی دور میں اس قسم کی باتیں ناممکن دکھائی دیتی ہیں۔ مگر الہامی کتب میں درج اس قسم کے واقعات سے اس واقعہ پر شک کرنا بھی ممکن نہیں۔

ع۳۔ بیج بہاڑہ آج بھی وادیٔ کشمیر میں ایک اہم قصبہ شمار ہوتا ہے۔

ع۴۔ سری نگر کے مشہور مغل باغ نشاط کے پاس ہی ایشہ بر نام کا گاؤں اب تک موجود ہے۔ جہاں ہندوؤں کا ایک مشہور تیرتھ استھان ہے۔ جہاں ہر سال بیساکھی کے روز عام ہندو اس مندر کے تالاب میں نہاتے ہیں۔

پھاک کا علاقہ بھی ایشہ بر کے نزدیک ہی واقع ہے۔

بومہ زوہ کی غار اب تک موجود ہے۔ بلکہ کشمیر کے مختلف حصوں میں متعدد غاریں موجود ہیں۔ کیموہ میں وہ غار اب تک موجود ہے۔ جہاں کشمیر کے صوفی بزرگ شیخ نور الدین ولیؒ عرف نندہ ریشی نے کئی برس تک ریاضت کی۔ اسی طرح عیش مقام میں وہ غار اب بھی ہزاروں زائرین کے لئے باعث کشش و دلچسپی بنی ہوئی ہے۔

جہاں نندہ ریشی کے ایک چیلے زین شاہ ؒ کی قبر بیان کی جاتی ہے
عـ۵ ۔ مینگام ۔ اب تک علاقہ گاندربل میں موجود ہے البتہ
یہ معلوم نہیں کہ میگہ مٹ اور میگہ ون کا وجود کہیں قائم ہے یا
نہیں۔ ویسے کشمیری میں مٹ مٹی کے بنائے ہوئے ایک برتن کو
کہتے ہیں۔ یہ لفظ متھ بھی ہو سکتا ہے۔ جو سنسکرت کا لفظ ہے
اور جس کے معنی مندر کے ہوتے ہیں۔ ون کشمیری میں جنگل کو کہتے ہیں۔
عـ۶ ۔ کشمیر کے باشندوں نے کئی بار ہندوستان کے حکمرانوں کی
طرف اس لئے رجوع کیا ہے کہ وہ یعنی موخرالذکر کشمیر کا نظم و نسق
اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اسی قسم کے واقعہ کا ذکر آگے چل کر آتا ہے
جب کشمیر کے مسلمانوں کی اکثریت نے (جو سُنی فرقہ سے تعلق رکھتے
ہیں) ایک مذہبی پیشوا حضرت ایشاں صاحب ؒ کے ذریعہ مغل
بادشاہ اکبر اعظم سے درخواست کی کہ وہ کشمیر کو اپنے دائرہ اقتدار
میں لائے۔ ملاحظہ ہو باب عـ۱۳ ۔

چھٹا باب

بکرمی دور کا آغاز

۸۴۔ راجہ بکرماجیت راجہ بکرماجیت پوآر قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ ایران کے فرمان روائوں اردشیر یا شاپور کا ہمعصر تھا۔ ہندوستان بھر میں اپنی رعیت پروری کے لئے مشہور تھا۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں کشمیر اس کے زیرنگیں آیا۔ اس کے عہد حکومت میں ہی نیا سنہ یعنی بکرمی سنہ شروع ہوا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس نے ایک شاعر کی قابلیت سے متاثر ہوکر اسے کشمیر بطور تحفہ عطا کیا تھا(ا)۔ قلعہ دہار میں رہا کرتا تھا۔ اجین کا شہر اور اسی شہر میں واقع مہاکالی کا مندر اس کا بنایا ہوا ہے۔ وہ جوانی میں فقیروں کا بھیس بدل کر پھرا کرتا تھا۔ بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے اس نے اکثر ملک اور علاقے فتح کر لئے۔ ایک معمولی کسان نے، جس کا نام سالباہن تھا۔ اسے قتل کر ڈالا۔

۸۵۔ ماترگپت راجہ بکرماجیت کے حکم سے وہ کشمیر کا حاکم مقرر ہوا۔ چار سال نو ماہ تک حکومت کی۔ رعیّت نواز تھا۔ لیکن جانوروں کو مارنے کی سخت ممانعت کی تھی۔

۸۶۔ راجہ پرورسین مدت حکومت ۶۰ سال۔ سنہ ۱۳۰ بکرمی میں تاج حکومت اس کے سر پہ رکھا گیا۔ سنہ ۸۸ عیسوی میں سری نگر کا شہر آباد کیا (ع۲) جس کی آبادی اس وقت ۲۴ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ لوکی شری۔ مہاشری اور کالی شری کے تین بڑے معبد اسی راجہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ لوکی شری کو بعد میں ڈمرٹ بڈشاہ کے نام سے پکارا گیا۔ کالی شری مندر کی جگہ اب زیارت شاہ ہمدان رح صاحب کی بڑی خانقاہ کھڑی ہے۔ اسی طرح جہاں مہاشری مندر تھا۔ وہاں اب شہر سری نگر کی جامع مسجد واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ اس راجہ کے عہد حکومت میں ایک خوفناک آگ کی واردات رونما ہوئی۔ جس کی لپیٹ میں نصف شہر آگیا۔

۸۷۔ راجہ جلوشٹ رعیت پرور حکمران تھا۔ سنہ ۱۹۰ بکرمی میں تخت پر بیٹھا اور ۳۹ سال تین مہینے تک حکومت کی۔

۸۸۔ راجہ نریندر آدت سنہ ۲۳۴ بکرمی میں مسند حکومت پر بیٹھا۔ اس نے سب سے پہلے محکمہ اسناد یعنی سند تقسیم کرنے کا دفتر قائم کیا۔

۸۹۔ راجہ تونجین۔ مدت حکومت ۴۱ سال۔ سنہ ۲۴۶ ب

میں مسند حکومت پر بیٹھا۔

۹۰۔ راجہ سرب سین

مدت حکومت ۸۴ سال۔ ۲۹۲ سمت ب میں حاکم کشمیر مقرر ہوا۔ وچار ناگ کا مندر اس نے بنایا (ع ۳)

۹۱۔ راجہ گندھرب سین

مدت حکومت ۲۷ سال۔ ۳۴۰ سمت ب میں تخت پر بیٹھا۔ لیکن چونکہ ظالم حکمران تھا۔ اسی لئے ایک جاگیردار، جس کا نام لچھمن بتایا جاتا ہے۔ نے جرأت سے کام لے کر راجہ کو قید کر لیا۔

۹۲۔ راجہ لچھمن

مدت حکومت ۲۲ سال ۶ ماہ۔ ۳۶۷ سمت ب میں گندھرب سین کو تخت سے اتار کر جیل خانے میں ڈال دیا۔ اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے لمبی عمر پائی تھی۔ مگر اس نے ساری عمر رعیت کے ساتھ انصاف کرنے میں گذار دی۔ مرتے وقت اس کی موت یوں واقع ہوئی کہ ایک آسمانی باز اڑ کر آیا۔ اور اس کی آنکھیں نکال دیں۔ جس کے فوراً بعد وہ مر گیا۔

۹۳۔ راجہ شورک

مدت حکومت ۱۵ سال۔ ۴۱۰ سمت بکرمی میں حکومت کا انتظام سنبھالا۔ اور احسان کرنے میں نیک نام پیدا کر لیا۔

۹۴۔ راجہ بجر آدت

مدت حکومت ۱۰ سال ۸ ماہ۔ ۴۶۰ سمت ب میں حاکم ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں ایک خروار شالی چار تنگہ میں فروخت ہوتی

تھی۔ (۷۴) اس راجہ نے وزیہ آلشری کے مندر کی مرمت کرائی۔ مدت حکومت ۶ سال ۳ ماہ۔

۹۵۔ راجہ رنادت

یہ راجہ ۱۸۰۴ ب میں تخت پر بیٹھا۔ رعیت پرور تھا۔ جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے۔ کہ کشمیر میں سب سے پہلا شفاخانہ اسی کے عہد حکومت میں قایم ہوا۔ دراصل شفاخانہ قایم کرنے کی تجویز خود راجہ ہی کی تھی۔ کوہ ہاری پربت پر ماہی شور کے نام سے ایک مندر تعمیر کردایا۔ کہتے ہیں کہ راجہ جب تین سو سال کی عمر کو پہنچا۔ تو وہ اپنی رانی سمیت آری رائے غار میں داخل ہوگیا۔ لیکن وہاں سے واپس نہ آسکا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت آنحضرت پیغمبر اسلام صلعم کا ظہور اسی راجہ کے زمانہ میں ہوا اور اسی کے عہد حکومت میں ہجری سنہ کا اجراء عرب سے ہوا۔

۹۶۔ راجہ ونیادت

مدت حکومت ۳۰۴ برس۔ ۵۲۱ ب میں تخت نشین ہوا۔ عدل و انصاف میں بہت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ راجہ ریاضت یعنی عبادت کے زور سے پانی پر چل سکتا تھا۔ اور جو بات کہتا وہی ہوتا۔ گوشت اور نمک بالکل نہیں کھاتا تھا۔ بالآخر ایک روز اپنی کوٹھڑی سے غائب ہوگیا۔ اس کا عہد حکومت دیر تک لوگوں کو یاد رہا۔

راجہ بکرمادت

مدت حکومت ۴۲ سال۔ بڑا منصف مزاج حکمران تھا۔ کہتے ہیں کہ مرجانے

کے بعد اس کا جسم چتا پر نہ جل سکا۔ اور خود بخود ہوا میں اڑ کر نابود ہوگیا۔

مدت حکومت ۳۵ سال

۹۸۔ راجہ بالادت

سنہ ۶۲۰ بکرمی میں اسے تاج پہنایا گیا۔ اس نے ملک کے ہر حصے کا سفر کیا۔ ناگام میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اپنا نام جیانند بھی رکھا تھا

توضیحی نوٹ چھٹا باب

ع۱ یہ ایک عجیب بات ہے کہ کشمیر کسی زمانے میں ایک شاعر کو تحفہ کے طور پر دے دیا گیا تھا۔ بعد کے زمانے میں بھی اسی قسم کا واقعہ دہرایا گیا۔ مگر اس بار (۱۸۴۶ء میں) کشمیر کا علاقہ انگریزوں نے جموں کے گلاب سنگھ کو ان خدمات کے عوض دے دیا تھا۔ جو موخر الذکر نے سکھوں کے خلاف انگریزوں کی امداد پہنچانے کے سلسلے میں انجام دی تھیں۔ علاوہ ازیں گلاب سنگھ کو ۷۵ لاکھ روپیہ (چلکی) کی رقم بھی عوضانہ میں دینا پڑی تھی۔ چلکی روپیہ سکھوں کے وقت میں رائج تھا۔ اور آج کے روپیہ کے ساتھ تبادلہ کرنے کے وقت اس کی قیمت نو آنے کے قریب تھی۔

ع۲۔ کشمیر کے دارالحکومت سری نگر کی ابتدا کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ شہر سب سے پہلے مہاراجہ اشوک نے بنوایا۔ جمہوریہ ہندوستان کے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد جب نومبر ۱۹۵۰ء میں کشمیر آئے تو انہوں نے سری نگر میونسپل کونسل کی طرف سے دی گئی ایک استقبالیہ تقریب میں فخر کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا کہ مہاراجہ

اشوک نے ہی سب سے پہلے سری نگر کو آباد کیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ "مجھے خوشی ہے کہ میں اسی شہر (پٹنہ، بہار) میں پیدا ہوا ہوں۔ جہاں کہ مہاراجہ اشوک بھی پیدا ہوئے تھے۔" دوسری روایت یہ ہے کہ سری نگر کو راجہ پرورسین دوم نے آباد کیا۔ سری سورج کو کہتے ہیں اور نگر شہر کو، پرانی تاریخوں میں اِسے شری نگری اور شری نگرا بھی لکھا گیا ہے۔ شری سے مراد دولت کی دیوی لکھشمی ہے۔

ع۳۔ وچار ناگ کا مندر اس وقت بھی موجود ہے۔ جس طرح کشمیر کے ہندو خانقاہ معلیٰ کے پاس ہی کالی شری دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی طرح وچار ناگ کے مندر کے قریب مسلمانوں کی بھی اپنی عبادت گاہ ہے۔ کشمیر کی مذہبی رواداری اور بھائی چارہ کی یہ زندہ مثالیں ہیں۔

ع۴۔ کشمیر میں قدیم زمانے سے الگ سکے رائج تھے۔ جو زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ بدلتے گئے۔ کشمیر کا الگ سکہ انیسویں صدی کے آخر یعنی ۱۸۹۹ء تک جاری تھا۔

ع۵۔ ناگام کا گاؤں اب بھی تحصیل بڈگام میں موجود ہے اور سری نگر چرار شریف روڈ پر واقع ہے۔

ساتواں باب

کارکوٹ راجوں کی حکومت

مدت حکومت ۳۶ سال

۹۹۔ راجہ دُرلب دروُن

راجہ درلب وردن کارکوٹ کے بنسی خاندان سے تھا۔ بالادت کا داماد تھا۔ (ع۱) انصاف کے لئے مشہور ہے۔ اس کی حکومت کے شروع سال سے ۴۲ سال گذر جانے کے بعد سنہ ہجری شروع ہوا۔ اور سنہ ۱۴ ہجری میں بڑا سیلاب آیا۔ جس سے ڈتالن مرگ کا ستھو یعنی بند ٹوٹ گیا۔ جب ڈتالن مرگ میں کافی طغیانی آئی۔ تو تالاب ڈل میں بڑی بڑی لہریں اٹھیں۔

مدت حکومت ۵۰ سال۔ سنہ ۱۳ ہجری سنہ ۶۳۴ عیسوی سنہ ۶۹۱ بکرمی

۱۰۰۔ راجہ پرتاپ پید

انصاف پرور راجہ تھا۔ اور کامراج میں موضع تاپر آباد کیا (ع۲)

۱۰۱۔ راجہ چندراپیڈ
مدت حکومت ۸ سال ۸ ماہ
۶۵ سنہ ہجری۔ ۶۸۴ سنہ ب۔ ۷۴۱ سنہ ب

راجہ کا اصلی نام بجیرادت تھا۔ محلہ ٹھگہ بابا صاحب سرینگر میں جو مندر ہے۔ وہ اسی کا تعمیر کیا ہوا ہے۔

۱۰۲۔ راجہ تاراپیڈ
مدت حکومت ۴ سال ۴ ۲۴ روز۔
۷۵۰ سنہ بکرمی۔

اس راجہ کا نام اودیاّدت تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس نے لوگوں پر بہت ظلم ڈھایا۔ بالآخر وہ کئی امراض کا شکار ہو کر مر گیا۔

۱۰۳۔ راجہ للتادت مکتاپیڈ
مدت حکومت ۳۶ سال ۷ ماہ
۸۰ سنہ ھ۔ ۶۹۷ سنہ ء۔ ۷۵۴ سنہ ب

اس راجہ نے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ پرہسپور کا شہر اور قلعہ اسی کا بنایا ہوا ہے۔ اس نے زلیشتی شوری کی مرمت کرائی۔ ۷۶۰ سنہ ب میں سیلاب آنے کی وجہ سے سرینگر کا نصف شہر برباد ہو گیا۔ للتادت کو مکتاپیڈ بھی کہتے ہیں (د۔ک)

۱۰۴۔ راجہ کولیاپیڈ
مدت حکومت ایک سال ۱۵ یوم۔
۱۱۷ سنہ ھ۔ ۷۳۴ سنہ ء۔ ۷۹۱ سنہ بکرمی۔

رعایا کے ساتھ اس راجہ کا سلوک اچھا تھا۔

۱۰۵۔ راجہ وزرادت
مدت حکومت ۷ سال۔ ۷۹۲ سنہ ب

یہ راجہ ظالم ہونے کے علاوہ شہوت پرست۔ بداخلاق اور خون ریز تھا۔ کہتے ہیں کہ اس

نے اپنے محل خانے میں ۳۶۰ عورتوں کو رکھا تھا۔

۱۰۶۔ راجہ پرتھوا پیڈ مدت حکومت ۴ سال ایک ماہ یہ راجہ ظالم اور سفاک تھا۔ اپنے بھائی کے ہاتھوں معزول ہوا۔

۱۰۷۔ راجہ سنگراما پیڈ صرف ۷ روز۔ صرف سات دن تک حکومت کی۔ اس کے بعد اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۱۰۸۔ راجہ جیا پیڈ ۳۴ سال۔ رعایا کے ساتھ احسان کرتا تھا۔ سد آپخار سر جسے مو ستھی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسی نے تعمیر کرایا۔ یہ ستھو اب منہدم ہوگیا ہے۔ اندر کوٹ بھی اسی راجہ نے آباد کرایا تھا۔ یہ راجہ تین لاکھ سوار اور پانچ لاکھ پیادہ کو ہمراہ لے کر بطرف ہندوستان چلا گیا (سے۵)

۱۰۹۔ راجہ للتا پیڈ مدت حکومت ۱۱ سال نوماہ۔ سنہ ۱۶۵ھ سنہ ۷۸۰ء سنہ ۸۳۸ بکرمی

عیاشی کے کاموں کے لئے مشہور تھا۔ سونہ پارہ اور فصلہ پیدہ اسی راجہ نے آباد کئے۔

۱۱۰۔ راجہ سنگرام پیڈ مدت حکومت ۷ سال سنہ ۸۵۰ بکرمی

۱۱۱۔ راجہ جیت جیا پیڈ مدت حکومت ۱۲ سال سنہ ۸۵۷ بکرمی۔

۱۱۲۔ راجہ اجتاپیڈ

مدت حکومت ۴۰ سال
۸۶۹ سمہ بکرمی۔

اس کے عہد میں اس کے وزیر نے، جس کا نام پدم تھا۔ پدمان پور نام کا گاؤں آباد کیا۔ جو اب پانپور کے نام سے مشہور ہے۔

۱۱۳۔ انگاپیڈ

مدت حکومت ۳ سال
۲۳۵ سمہ ھ۔ ۸۴۹ سمہ ء۔ ۹۰۶ سمہ بکرمی۔

۱۱۴۔ اوت پلاپیڈ

مدت حکومت ۲ سال
۹۱۰ سمہ بکرمی۔

اس راجہ کے ساتھ ہی کارکوٹ بنسی کے راجگاں کی سلطنت اختتام پذیر ہوئی۔ ان راجوں نے سترہ (۱۷) پشت تک کل ۲۵۴ برس اور چھ مہینے کے لئے حکومت کی۔

توضیحی نوٹ ساتواں باب

ع۱ - راجہ بالادت کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی - راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ نجومیوں نے بالادت کو کہہ رکھا تھا - کہ اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کے خاندان کے راج کا خاتمہ ہوگا اور راج پاٹھ اس کے داماد کو منتقل ہو جائے گا۔ بالادت نے قدرت کے حکم کو ٹالنے کی یہ ترکیب نکالی کہ اس نے بڑی مدت تک اپنی خوب صورت اور نوجوان بیٹی کا بیاہ ہی نہ کیا - اور آخر میں جب اس کا بیاہ کیا بھی، تو شاہی محل کے اصطبل کے ایک سائیس (درلب دردن) کے ساتھ - لیکن قسمت کے کھیل کو بگاڑنے کی اس کی یہ کوشش ناکام رہی - اور درلب وردن اپنی قابلیت کی بناء پر تخت کا مالک بن کر رہا -

انگریزی کتاب "کشمیر" کے مصنف ڈاکٹر غلام محی الدین کا بیان ہے کہ مشہور چینی سیاح ہیوان سانگ راجہ درلب دردن کے عہد حکومت میں ہی کشمیر آیا - ہیوان سانگ کے بیان کے مطابق اس وقت کشمیر کی حدود جنوب میں راجاپوری (راجوری)، پرونس (پونچھ)، بھمبر، اُردسہ (ہزارہ پنجاب) ٹیکسلا وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھیں -

ع۲۔ تاپر کے کھنڈرات حال ہی میں دریافت ہوئے ہیں۔ پٹن کے قریب یہ کھنڈر اب محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں ہیں۔

ع۳۔ پرہسپور کے کھنڈرات بھی حال ہی میں دریافت ہوئے ہیں کھدائی کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔

اندازہ ہے کہ اسلام آباد (اننت ناگ) سے کوئی پانچ میل دور واقع مارتنڈ مندر، جس کے کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں۔ بھی دراصل اسی راجے کا بنایا ہوا تھا۔

کشمیر میں قدیم مندروں اور عمارتوں کے کھنڈرات سے متعلق تفصیلی حالات پنڈت رامچندر کاک سابق وزیر اعظم کشمیر کی کتاب موسومہ ANCIENT MONUMENTS OF KASHMIR میں درج ہیں۔

ع۴۔ مکتا پیڈ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی گردن میں ہمیشہ ہیروں کی مالا پہنی رہتی ہو۔ للتادت نے انتظامی مشینری میں بھی چند تبدیلیاں لائی تھیں، راجہ جلوک نے انتظام سلطنت چلانے کے لئے جو چودہ عہدے قائم کئے تھے۔ (ملاحظہ ہو توضیحی نوٹ ع۱۳ باب سویم)۔ للتادت نے ان میں پانچ نئے عہدوں کا اضافہ کیا۔ جن کے نام یہ تھے:۔

(۱) وزیر اعظم (۲) وزیر امور خارجہ (۳) سالار رسالہ
(۴) معتمد خزانہ (۵) عامل خصوصی (چیف ایگزیکیٹو آفیسر)

وزیروں کی اس مجلس یا کونسل کو منتری پرلشید کہا جاتا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ للتادت مکتا پیڈ نے چینی حکومت کے

ساتھ تعلقات قائم کر لئے تھے۔ تاکہ سندھ کے راستے عرب کے
مسلمان فاتحین کے حملہ کے امکانی خطرہ کی پیش بندی ہو سکے۔
ء۵۔ بتایا جاتا ہے کہ راجہ جیا پیڈ نے نیپال پر چڑھائی
کی تھی۔ مگر وہ اس میں بری طرح سے ناکام ہوا ؛

آٹھواں باب

حکومتِ راجہائے خمار
اور اس کے بعد

۱۱۵۔ راجہ اونتی ورما — مدت حکومت ۲۸ سال تین ماہ۔ سنہ ۹۱۲ بکرمی۔

بہادر ہونے کے علاوہ لوگوں پر احسان بھی کرتا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں سنہ ۹۲۰ ب میں زلزلہ آیا۔ اور سنہ ۹۳۶ ب میں دریائے جہلم میں طغیانی آئی۔ لیکن اس کا وزیر سویہ (SUYYA) بہت دانا تھا۔ جس کی وجہ سے کشمیر سیلاب کی زد میں آنے سے بچ گیا (عطے) وزیر سویہ نے سوپور کی بنیاد ڈالی۔ سوپور کا پرانا نام سویہ پور تھا۔ اس راجہ کے عہد حکومت میں پنڈت رتناکر نے اپنی کتاب رتنہ پوران شاستری تصنیف کی۔ اونتی پورہ کے قدیم مندر اسی کی یادگار ہیں۔ اور اس وقت کے فن تعمیر کا ایک اچھا نمونہ۔

۱۱۶۔ راجہ شنکر ورما

مدت حکومت ۱۸ سال ۸ ماہ ۴ یوم
۲۷۹ سنہ ھ، ۸۹۲ سنہ ء، ۹۴۹ سنہ ب۔

یہ راجہ ظالم تھا۔ پٹن اس کا آباد کیا ہوا ہے۔ ایک لاکھ سوار فوج اور نو لاکھ پیادہ سپاہ لے کر بجانب اطراف روانہ ہوا (عـ۲)

۱۱۷۔ راجہ گوپال ورما

مدت حکومت ۲ سال ایک ماہ۔
۹۶۸ سنہ بکرمی۔

رعایا پرور تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کی ماں اس کے وزیر د خسرانجی کے ساتھ فعل شنیع کی مرتکب ہوئی۔ جس کے سبب راجہ غیرت کی آگ میں جل گیا۔

۱۱۸۔ راجہ سنگت ورما

مدت حکومت صرف دس دن۔
۹۴۹ سنہ عیسوی

۱۱۹۔ شوگندرانی

مدت حکومت ۲ سال
۹۷۰ سنہ بکرمی

اس کے زمانے میں آنگی۔ نایک، اور تانترے خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد حکومت کے رکن یعنی وزیر تھے (عـ۳)

۱۲۰۔ راجہ پارتھ

مدت حکومت ۱۵ سال ۹ نو ماہ
۹۷۲ سنہ بکرمی۔

اس کے زمانے میں کثرت کی بارش سے ندی نالوں میں طغیانی آئی۔ اور اس کے نتیجے میں زبردست قحط رونما ہوا۔ زراعت اور فصل خراب ہونے کے علاوہ عام لوگوں کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ حتیٰ کہ جو لوگ سیلاب میں بہہ کر مرگئے۔ ان کی تجہیز د

تکفین کا انتظام نہ کیا جا سکا۔ اور یہ نعشیں مچھلیوں کا خوراک بن گئیں۔

۱۲۱۔ راجہ نرزتہ ورما — مدت حکومت ایک سال سنہ ۹۸۸ بکرمی

۱۲۲۔ راجہ چکر ورما — مدت حکومت دس سال تین ماہ

۱۲۳۔ راجہ شیر ورما — مدت حکومت ایک سال

۱۲۴۔ راجہ پارتھ — مدت حکومت ایک سال
اس راجہ کے عہد میں تانترے غلبہ پا گئے۔ جنہوں نے اسے معزول کر دیا۔

۱۲۵۔ راجہ چکر ورما (دوسری مرتبہ) — مدت حکومت چھ مہینے سنہ ۱۰۰۱ بکرمی۔
تانتریوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور وہ سنگرام ڈانگر کے گھر منہزم ہوا۔

۱۲۶۔ شنبو وردن — مدت حکومت تین مہینے اور ۲۰ دن۔ سنہ ۳۳۳ھ، ۹۴۴ء
اس نے تانترے قوم سے تعلق رکھنے والے پانچ چھ ہزار کے قریب اشخاص کو قتل کرایا۔

۱۲۷۔ راجہ چکر ورما (تیسری مرتبہ) — مدت حکومت ایک سال چھ ماہ سنہ ۱۰۰۲ بکرمی۔

ظالم تھا۔ برہمن عورتوں کو زبردستی اٹھا کر لے جاتا تھا۔ اس نے سنگرام ڈار کو قتل کرا دیا۔ چمار اور اراجیف قوم سے تعلق رکھنے والے افراد کو بڑے بڑے عہدے اور منصب عطا کئے۔

مدت حکومت ۲ سال ایک ماہ

۱۲۸۔ راجہ اونمتا ورما

ستمگر تھا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے یہ دیکھتا تھا کہ ان کے حمل ٹھہر گیا ہے کہ نہیں اتنا ظالم تھا کہ اپنے باپ کو بھی قتل کرا دیا۔

مدت حکومت ایک ماہ۔

۱۲۹۔ راجہ شیر ورما

سنہ ۱۰۰۶ بکرمی۔

راجہ شیر ورما تک راجہائے خمار کی حکومت کی معیاد ۹۴ برس تک ہو گئی۔

مدت حکومت نو سال نو ماہ

۱۳۰۔ راجہ یشسکر

یہ راجہ پرورسین کی اولاد میں سے تھا۔ اور برہمنوں اور بزرگوں کے اتفاق رائے سے راجہ بنایا گیا۔ اس نے قمار بازی اور شراب نوشی کو ممنوع قرار دے دیا۔ اس کے عہد میں مکمل امن و امان تھا۔ حتیٰ کہ دوکاندار رات کو بھی اپنی دکانیں کھلی رکھتے تھے۔

مدت حکومت چھ ماہ۔

۱۳۱۔ راجہ سنگرام دیو

سنہ ۱۰۱۵ بکرمی۔

پردہ گفت نامی ایک شخص نے اسے دریا میں ڈبو دیا۔ اور خود حکومت پر قابض ہو گیا۔ (دیکھو)

۱۳۲۔ راجہ پروہ گفت (گپت)

مدت حکومت ایک سال تین ماہ تین روز۔ ۱۰۱۵ سمہ بکرمی۔

آڈون نام کے گاؤں کا ایک زمیندار تھا۔ اپنے زور بازو سے حکمران بن بیٹھا۔ اس نے لوگوں پر ظلم وستم ڈھائے۔

۱۳۳۔ راجہ کھیمہ گفت (گپت)

مدت حکومت ۷ سال ۶ ماہ ۱۱ روز ۱۰۱۶ سمہ بکرمی۔

عیاش ہونے کے علاوہ ظالم بھی تھا۔ بھیمہ شاہ کی بیٹی، جس کا نام دیدہ رانی تھا۔ اس کی بیوی تھی۔ انتظام سلطنت میں دیدہ رانی کا بڑا ہاتھ تھا۔

۱۳۴۔ راجہ ابھی منیو

مدت حکومت ۱۳ سال ۱۰ ماہ ۳۵۷ھ، ۹۶۷ء، ۱۰۲۴ سمہ بکرمی

۱۰۳۸ سمہ بکرمی میں زبردست آگ لگ جانے کی وجہ سے شہر کے کئی محلے جل گئے۔

۱۳۵۔ راجہ نندہ گپت

مدت حکومت ایک سال ایک ماہ نو روز۔

اس راجہ نے شہر کو نئے سرے سے آباد کیا۔

۱۳۶۔ راجہ ترببھون گپت

مدت حکومت دو سال

۱۳۷۔ راجہ بھیمہ گفت (گپت)

مدت حکومت دس سال چار ماہ

۱۳۸۔ دیدارانی

مدت حکومت ۱۸ سال ۴ ماہ ۸ روز۔
سمبہ ۱۰۴۶ بکرمی۔

لہرکوٹ کے حکمران ہیمہ شاہ کی بیٹی اور کھیمہ گفت (گپت) کی بیوی تھی۔ اس نے اپنی عقلمندی اور چالاکی سے ایک طویل عرصہ تک کشمیر پر حکومت کی۔

۱۳۹۔ راجہ سنگرام راج

مدت حکومت ۳۰ سال نو ماہ۔
سمبہ ۱۰۶۴ ب، سنہ ۱۰۰۷ء، سنہ ۳۹۸ھ

دیدہ رانی چونکہ بوڑھی ہو چکی تھی۔ اس لئے اس نے سنگرام راج کو اپنا جانشین بنایا جو اس کا برادر زادہ اور ادو ھے راج کا بیٹا تھا۔

توضیحی نوٹ آٹھواں باب

ع۱۔ سوّیہ نے وادی کشمیر کو سیلابوں سے محفوظ رکھنے کے لئے جو پلان اختیار کیا تھا۔ قریب قریب انہی لائنوں پر اب بھی سیلاب روک اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ دریائے جہلم کی ڈرجنگ یعنی جمع شدہ ریت اور مٹی کو نکالا جا رہا ہے۔ اور بارہمولہ سے آگے دریا کے دہانے کو وسعت دی جا رہی ہے۔ تاکہ زیادہ مقدار میں پانی خارج ہو سکے۔

ع۲۔ راجا للتادت مکتاپیڈ کے "شاندار اور سنہری" عہد حکومت کے بعد کشمیر کی حدودِ مملکت ایک بار پھر سمٹ کر رہ گئیں۔ کیونکہ بعد کی نصف صدی میں کشمیر میں جو بھی حکمران آئے وہ محض نمائشی تھے۔ کمزور حکمرانوں اور راج محل میں بڑھتی ہوئی سازشوں کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ راجوری، پونچھ، ہزارہ وغیرہ میں چھوٹی چھوٹی علیحدہ مملکتیں قائم ہو گئیں۔ راجا شنکر دریا نے راجوری، گجرات، کانگڑہ، اور ہزارہ کے علاقوں کو پھر سے تسخیر کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ہزارہ کو پھر سے زیر کرنے کی مہم میں خود ختم ہو گیا۔

ع۳۔ کشمیر میں آباد مختلف فرقوں اور قوموں کے متعلق تفصیلی حالات، منشی محمد الدین فوق مرحوم کی کتاب "تاریخ اقوام کشمیر" میں

درج ہیں۔ جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

عہ۔ آخری نصف دسویں صدی میں خمار خاندان کا راج ختم ہوا۔ اور لوہارا دلہر کوٹ) کے راجوں کا عہدِ حکومت شروع ہوا۔ یہ دَور نصف صدی سے زیادہ دیر تک کے لئے جاری رہا۔ جس میں حکومت کی باگ ڈور زیادہ تر دیدا رانی کے ہاتھ رہی۔ اس خاتون نے ایک ایک کرکے اپنے مخالفوں کو ختم کردیا۔ لیکن لہرکوٹ خاندان کے راج کا عنقریب خاتمہ ہونے والا تھا۔ کیونکہ جلدی ہی سلطان محمود غزنوی کی فوجیں سیلاب کی مانند آنے والی تھیں۔ جنہوں نے لہرکوٹ کے شاہی خاندان کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کردیا۔

نواں باب

کشمیر میں سلطان محمود غزنوی کی آمد

راجہ سنگرام راج کے عہد حکومت میں ۳۹۸ھ میں سلطان محمود غزنوی، جو نوشیروان کے اولاد میں سے تھا۔ وارد کشمیر ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان محمود نے کشمیر آکر کوہ سلیمان پر جہاں ایک مندر واقع تھا۔ نمازِ پیشین ادا کی۔ اور ایک بڑی تعداد میں لوگوں کو مسلمان بنایا۔ ایک مہینے اور نو دن تک کشمیر میں قیام کیا (۲؎)

سلطان محمود جب غزنین (افغانستان) کے تخت پر بیٹھا تھا تو اس کی عمر تیس (۳۰) سال تھی۔ اس نے پینتیس (۳۵) سال تک حکومت کی اور کئی ممالک پر فوج کشی کر کے انہیں اپنے ماتحت کرا لیا۔ سلطان محمود ساٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اور ۱۴۔ ربیع الاول ۴۲۱ھ کو رحلت کر گئے غزنین میں دفن کئے گئے۔

۱۴۱۔ راجہ ہری راج — مدت حکومت بائیس روز۔
سنہ ۴۳۰ ہجری

۱۴۲۔ راجہ اننت راج — مدت حکومت ۵۳ سال ۴ ماہ
سنہ ۱۰۳۸ عیسوی۔ سنہ ۱۰۹۵ بکرمی۔

نایک اور انگے فرقوں کی مدد سے تخت پر بیٹھا۔ اس کے زمانے میں ڈلک نامی ایک مسخرہ مشہور گذرا ہے۔(۳)

۱۴۳۔ راجہ کلشدیو — مدت حکومت ۸ سال
سنہ ۴۸۵ھ، سنہ ۱۰۹۱ء، سنہ ۱۱۴۸ب

اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں ظالم تھا۔ مگر آخری ایّام میں رعایا پر احسان کرنے لگا۔

۱۴۴۔ راجہ وتکرش — مدت حکومت ۲۲ روز
سنہ ۴۹۳ھ، سنہ ۱۰۹۹ء، سنہ ۱۱۵۶ب

سینے میں خنجر گھونپ کر خودکشی کرلی۔

۱۴۵۔ راجہ ہرش دیو — مدت حکومت ۱۱ سال ۸ ماہ ۲۲ یوم
سنہ ۴۹۳ھ، سنہ ۱۰۹۹ء، سنہ ۱۱۵۶ب

پہلے پہل انصاف کرنے لگا۔ مگر بعد میں عیاش اور ظالم بن بیٹھا۔ اس کے عہد حکومت میں سنہ ۱۱۶۹ بکرمی میں شدید قحط رونما ہوا۔ یہاں تک کہ اس وقت کے مروجہ سکہ کے مطابق پانچ سو فلوس کے عوض ایک خروار شالی فروخت ہوتی تھی۔ افعالِ بد اور فسق و فجور کا مرتکب تھا۔ ہر رات اس کی محفل میں ایک ہزار شمعیں جلتی تھیں۔ عورت ذات پر کافی ظلم ڈھائے۔ سال میں تین سو ساٹھ

عورتوں کے ساتھ مباشرت کرتا تھا۔ پھر بھی حرام کاری سے اجتناب نہیں کرتا تھا۔ قبل آزیں اسی راجہ کے عہد میں ۱۱۵۶ سنہ بکرمی میں سیلاب کی وجہ سے ایک اور قحط بپا ہوا تھا۔ جس میں ایک تولہ پشم چھ دینار میں ملتا تھا۔ اور نمک و مصالحہ سونے کے بھاؤ بھی نہیں ملتا تھا۔ بالآخر ادچل کے ہاتھوں قتل ہوا۔ (ع ۳)

مدت حکومت ۱۰ سال ۴ ماہ ایک روز

۱۴۶۔ راجہ ادچل ۵۰۴ سنہ ھ، ۱۱۱۱ سنہ ع، ۱۱۶۸ سنہ ب

ابتدائی دنوں میں رعایا پرور تھا۔ بعد ازاں اپنے آرام میں مگن ہو گیا۔

مدت حکومت ۳ ماہ ۲۷ دن۔

۱۴۷۔ راجہ سُلہن ۵۱۷ سنہ ھ، ۱۱۲۲ سنہ ع، ۱۱۷۹ سنہ ب

اس کا وزیر گنگہ چندر تھا۔ جو پرتھوی چند کا بیٹا تھا۔ اس نے ڈانگرہ قوم کو برباد کیا۔ گنگہ گیر، جو ملار میں واقع ہے۔ اسی وزیر کے نام سے موسوم تھا۔

مدت حکومت ۸ سال ۶ ماہ ۱۸ دن۔

۱۴۸۔ راجہ سوسل ۵۱۷ سنہ ھ، ۱۱۲۲ سنہ ع، ۱۱۷۹ سنہ ب

اس نے گنگہ چندر کو وزارت سے نکال دیا۔

مدت حکومت ۶ ماہ ۱۲ روز۔

۱۴۹۔ راجہ بھکاجر ۵۲۷ سنہ ھ، ۱۱۳۲ سنہ ع، ۱۱۸۷ سنہ ب۔

تھوڑے عرصے کے لئے نیک حکمران بنا۔ مگر بعد میں ظلم ڈھانا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے اسے تخت سے اتار دیا گیا۔

۱۵۰۔ راجہ سوسل مدت حکومت ایک سال ۳ ماہ ۲۴ روز،
(دوسری مرتبہ) ۵۲۶ھ، ۱۱۳۱ء، ۱۱۸۸ بکرمی

خانہ جنگی اور باہمی کشمکش کے سبب زبردست قحط پڑا۔

۱۵۱۔ راجہ جے سنگھ مدت حکومت ۲۷ سال
۵۲۷ھ، ۱۱۳۲ء، ۱۱۸۹ بکرمی

اس کا اصلی نام جے سہم دیو تھا۔ اس کے عہد میں چنگیز خان والئے ترکستان نے اپنی فوج کے ایک افسر کو کشمیر فتح کرنے پر روانہ کیا۔ لیکن بعد میں صلح و مصالحت ہوئی۔ (۴ع) ملچندر ولد سرسوم چندر جو راجہائے ہبنی چندر میں سے تھا۔ اس کا وزیر تھا اسی کے عہد میں پنڈت کلہن نامور اور بے بدل فاضل مورخ گذرا ہے جس نے راجہ ترنگ کتاب تصنیف کی۔ یہ کتاب سنسکرت زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور کشمیر کے تمام پرانے راجوں مہاراجوں کا حال اس میں درج ہے۔ (۵ع)

۱۵۲۔ راجہ پرمانو مدت حکومت ۹ سال ۶ ماہ دس دن
۵۵۵ھ، ۱۱۵۹ء

بہت بارعب راجہ تھا۔ ملچندر اسی کے عہد میں وفات پاگیا جو بہت دولت مند تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے پیچھے ایک لاکھ ۷۰ ہزار اشرفی اور چار سو من سونا بطور جائداد چھوڑی۔

۱۵۳۔ راجہ ورتی دیو مدت حکومت ۷ سال۔ ۵۶۴ھ، ۱۱۶۸ء
۱۲۲۵ بکرمی۔ یہ راجہ بے اولاد تھا۔

مدت حکومت ۹ سال ۴ ماہ۔

۱۵۴۔ راجہ اوپیہ دیو ۱۲۳۲ سمہ بکرمی۔

احمق تھا۔ مگر قحط رجال یعنی دانا لوگوں کی کمی کے باعث حکمران بن گیا۔

مدت حکومت ۱۸ سال ۱۳ روز۔

۱۵۵۔ راجہ رسہ دیو ۱۲۴۱ سمہ بکرمی۔

اوپیہ دیو کا بھائی تھا۔ اور لون فرقہ کی امداد سے راجہ بنایا جا سکا۔

مدت حکومت ۱۴ سال ۴ ماہ ۳ یوم

۱۵۶۔ راجہ جگدیو ۱۲۵۹ سمہ ب۔

چونکہ محسن تھا۔ اور سخاوت میں مشہور تھا۔ اس لئے لوگ اسے جگدیو داتا کے نام سے پکارتے تھے۔ رعایا نواز تھا۔ بالآخر زہر دے کر مارا گیا۔

مدت حکومت ۲۳ سال ۳ ماہ ۲۷ روز

۱۵۷۔ راجہ رازہ دیو راجہ جگدیو کے رشتہ داروں کی اولاد میں سے تھا۔ اس نے راجور و زرلو آباد کیا۔ ملچندر کے بیٹے کہکہ چندر کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا (ع۶)

مدت حکومت ۱۶ سال ۱۰ یوم

۱۵۸۔ راجہ سنگرام دیو ۶۳۸ سنہ ھ، سنہ ۱۲۴۰ ع، ۱۲۹۷ سمہ ب

رعایا پرور تھا۔ بلاد چندر کو سپہ سالار بنا دیا۔ محلہ بلدیمر کو آباد کیا۔ موضع دچھن پارہ اور موضع سلر میں دو مضبوط قلعے تعمیر کئے۔ بلدیمر اس کے سپہ سالار بلاد چندر کے نام پر تعمیر ہوا۔ جہاں شاہی عمارات

تعمیر کی گئیں۔ بلاد چندر ۶۵۰ سنہ ہجری میں فوت ہوا۔ جس کے بعد اس کا بیٹا سنگرام چندر مقرر ہوا۔ اس نے بکلی قصبہ بیج بہاڑہ میں محلہ سنگرام اور چندر یار آباد کیا۔ کلہن پنڈت مورخ کے بیٹے اس کے ماموں زاد بھائی تھے۔ (ع۷م)

مدت حکومت ۲۱ سال ۱۲ یوم

۱۵۹۔ راجہ رام دیو ۶۵۵ سنہ ھ، ۱۲۵۶ سنہ ء، ۱۳۱۳ سنہ ب

بے اولاد تھا۔ اور لکھن نام کے ایک برہمن لڑکے کو اپنا متبنیٰ بنایا۔ برتھی راج اس کا وزیر تھا۔

مدت حکومت ۱۳ سال تین ماہ

۱۶۰۔ راجہ لچھمن دیو ۶۷۷ سنہ ھ، ۱۲۷۸ سنہ ء، ۱۳۳۴ سنہ ب

کم ہمت تھا۔ اس کے زمانے میں ایک نامور جادوگر گذرا ہے۔ جس کا نام کچل تھا۔

مدت حکومت ۱۴ سال ۵ ماہ

۱۶۱۔ راجہ سمہ دیو ۱۳۴۸ سنہ بکرمی۔

آخری ایام میں وہ اعمال قبیحہ کا مرتکب ہوا۔ سنگرام چندر کا بیٹا رام چند وزارت پر فائز ہوا۔ اسی راجہ کے زمانے میں شنکر اچارج نامی ریشی گذرے ہیں۔ جس نے اپنی عمر کا بڑا حصہ کوہ سلیمان کے دامن میں گذارا۔ اور وہیں وفات پائی (ع۸م)

مدت حکومت ۱۹ سال ۴ ماہ

۱۶۲۔ راجہ سہہ دیو ۷۰۵ سنہ ھ، ۱۳۰۵ سنہ ء، ۱۳۶۲ سنہ ب

۷۰۶ سنہ ہجری میں ذوالچو جسے ذوی القدر خان کے نام سے

بھی پکارا جاتا ہے۔ کشمیر میں وارد ہوا۔ اور تمام شہر کو جلا ڈالا۔ اور قتل عام کیا۔ یہاں تک کہ ملک بے چراغ ہو گیا (ع۹)۔

توضیحی نوٹ نواں باب

ع۱۔ ڈاکٹر صوفی غلام محی الدین کی کتاب "کشمیر" میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے۔ کہ سلطان محمود غزنوی نے ۱۰۱۵ء میں کشمیر پر فوج کشی کی۔ سنگرام راجہ کی فوجوں کو شکست ملی۔ مگر ناسازگار موسم اور ناقابل عبور پہاڑی راستوں کے باعث سلطان کی فوجیں کشمیر میں داخل نہ ہوسکیں۔ البتہ ابوالحسن الفرخی نے جو سلطان کا ہم عصر اور قنوج اور سومناتھ میں اس کی فتوحات میں اس کا شریک سفر تھا۔ سلطان محمود کی خواہش کا اظہار ان شعروں میں کیا ہے۔

س مارا رہ کشمیر ہمی آرزو آید
ما نہ آرزوے خویش نتابیم بیک موئے
گاہ است کہ یکبارہ بہ کشمیر خرامیم
از دست بتاں پھینہ گنیم از سر بت گو

اور یہ کہ فرخی نے سلطان کے بیٹے امیر محمود سے مخاطب ہوکر کہا :-

باشی تا با پدر خویش بہ کشمیر شوی
لشکر ساختۂ خویش بہ کشمیر بری

لیکن متذکرہ صدر شعروں کے پیش نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

کہ یہ شعر کشمیر آنے سے پہلے لکھے گئے تھے۔ سلطان محمود کو کشمیر آنے کی آرزو تھی۔ اور اس کی یہ آرزو پوری ہو کر رہی۔ واللہ علم بالصواب
کلہن پنڈت نے راجہ ترنگنی میں سنگرام راجہ کے عہد میں ہمیر کے حملہ کا ذکر کیا ہے۔ دراصل ہمیر سے مراد امیر یا امیرالمومنین ہے، جو سلطان محمود کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی طرح راجہ ترنگنی میں مسلمانوں کا ذکر وزرادت راجا کے عہد میں آیا ہے۔ لیکن انہیں ملیچھ لکھا گیا ہے۔

عہ۲۔ ڈاکٹر صوفی کی کتاب میں لکھا گیا ہے کہ کھیمندر ایک مشہور و معروف شاعر و مصنف، اننت راج کے عہد میں گزرا ہے، اسی طرح بلہن پنڈت، ہری راج کے عہد میں، نامور شاعر اور عالم گزرا ہے

عہ۳۔ راج ترنگنی کے انگریز مترجم سر اوریل اسٹین نے لکھا ہے کہ ہرش راجہ نے اپنی فوج میں مسلمان کمانڈروں کو بطور ملازم بھرتی کر دیا تھا۔

عہ۴۔ یہ اشارہ ذولچو کے حملہ کی طرف ہے۔ جس کا مختصر حال دسویں باب کی ابتدا میں درج ہے۔

عہ۵۔ راجہ ترنگنی یا راج ترنگنی سے متعلق تشریحی کلمات کتاب ہذا کی ابتدا میں "تمہیدی بیان" میں درج کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب شک سمت ۱۰۷۰ مطابق ۱۱۴۸-۱۱۴۹ء موافق ۵۴۳-۵۴۴ ہجری میں تحریر کی گئی۔ اور اس کے فارسی ترجمے بادشاہ اکبر اعظم اور جہانگیر کے عہد میں کرائے گئے ہیں۔ متعدد انگریزی ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کلہن پنڈت کی راجہ ترنگنی

منظوم ہے اور واقعات کو نظم کے قالب میں ڈھالتے وقت اگر مبالغہ آمیزی سے بھی کام لیا گیا ہو۔ تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے ۔

تھامس مور کی شہرۂ آفاق کتاب LALLA RUKH میں بھی کشمیر کے حسن و خوبی کو مبالغہ آمیز پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ تھامس مور اگرچہ خود تو کشمیر نہیں آیا تھا۔ مگر اس نے سنی سنائی باتوں کو بنیاد بناکر ایک لافانی شاہکار کتاب تصنیف کی۔

ع٦ کلہن پنڈت کے بعد کشمیر میں جو نامور مورخ گذرا۔ اس کا نام زونہ راج یا جونراج ہے۔ جونراج کا بیان ہے کہ راجہ سہم دیو کے بعد برسوں تک کشمیر میں غیر یقینی حالات رہے۔ ایک دوسرے کے بعد جو بھی راجے آئے وہ کمزور اور ناطاقتور تھے، لوگوں کی مالی اور معاشی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔ جونراج کا بیان ہے کہ راژہ دیو نے برہمنوں کی بے عزتی کی۔ ان کو لوٹا اور غارت گری کی۔ ان حالات کے پیش نظر برہمن یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا تھا "میں برہمن نہیں ہوں"!

ع٧ کلہن پنڈت مصنف راج ترنگنی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ ایک وزیر کا بیٹا تھا۔ اس بیان سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

ع٨ شنکراچارج یا شنکراچاریہ، شیومت کا مشہور مبلغ اور دینی پیشوا گذرے ہیں جو جنوبی ہندوستان سے آٹھویں صدی عیسوی میں کشمیر آئے تھے۔ شنکراچاریہ کی نسبت سے ہی تخت سلیمان کو شنکر اچاریہ کہتے ہیں۔ حال ہی میں (اپریل ۱۹۶۱ء) میں شنکر اچاریہ مندر کے پاس ہی ایک نئی عمارت کا افتتاح ایک ہندوستانی مذہبی پیشوا نے کیا۔

۹ء۔ اس امر کے باوجود کہ سلطان محمود غزنوی کے حملہ کے بعد کشمیر کے حکمرانوں نے ملک کی حفاظت کے مکمل انتظامات کرلئے تھے۔ ذولچو کے حملے سے کشمیر کی ہندو حکومت کی عمارت اسی طرح سے گرگئی، جس طرح سے ایک شیش محل زلزلہ یا پتھراؤ میں زمین بوس ہوجاتا ہے سلطان محمود کی مہم میں مشہور عالم و مورخ ابوریحان البیرونی بھی ساتھ تھا، اس نے لکھا ہے کہ

"کشمیر کے باشندے قدرتی طور پر اپنے ملک کی حفاظت کو، جو اُسے اونچے پہاڑوں اور ناقابل عبور راستوں کے سبب حاصل ہے، قائم رکھنے کے خواہشمند ہیں۔ وہ وادی میں داخل ہونے والے تمام راستوں، سرحدوں اور دّروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر ان کے ساتھ لین دین کرنا مشکل ہے، گذشتہ وقتوں میں وہ ایک آدھ غیر ملکی (خصوصاً یہودی) کو وادی میں داخل ہونے کی اگر اجازت ۔۔ ، دیتے بھی تھے۔ مگر اب وہ کسی ایسے ہندو کو بھی داخل ہونے نہیں دیتے۔ جو ذاتی طور پر ان کا واقف نہ ہو" (بحوالہ راج ترنگنی مترجمہ رنجیت سیتارام پنڈت۔ صفحہ ۴۶۴)

مغل بادشاہ اکبر اعظم کے وزیر اور سرکاری مورخ ابوالفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ

"کشمیر جانے والے راستے اس قسم کے ہیں کہ اگر وہاں کے حکمران کو صرف چند روز پہلے کسی غیرملکی فوج کی

آمد کی اطلاع مل جائے تو وہ اس طرح سے درّوں کی حفاظت کرسکتا ہے۔ کہ ہزار ہا رستم سے بھری ہوئی فوج بھی اس ملک پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں رہ سکتی۔"

(بحوالہ "کشیر" مصنف صوفی غلام محی الدین صفحہ ۱۷۱)

لیکن ابوالفضل کا یہ بیان آج کل کے سائینسی زمانے میں، جب کہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ آمدورفت بالکل آسان بن گئی ہے۔ قصہء پارینہ نظر آتا ہے۔

۱۹۴۷-۴۸ء کے بعد کشمیر کی سرزمین میں ہندوستانی اور پاکستانی افواج کی رسہ کشی کے بعد ریاست میں ہنگامی حالات کا اعلان کیا گیا۔ اور ریاست میں آنے والوں اور ریاست سے باہر جانے والوں کو ایک پرمٹ سسٹم کا پابند بنایا گیا۔ مگر پرمٹ حاصل کرنے کا یہ سلسلہ ۱۹۵۷ء میں ختم کیا گیا۔

دسواں باب

کشمیر میں اسلام کی ترویج و اشاعت

۱۳۲۳ء۔ ذوالچو ہلاکو خان کے خاندان میں سے تھا۔ قولی خان ولد چنگیز خان کا بیٹا تھا۔ والئ قندھار (ترکستان) کا وزیر تھا۔ ذوالچو ایک بھاری فوج لے کر کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ اس کی فوج میں ۷۰ ہزار سوار سپاہی شامل تھے۔ جنہوں نے نہ صرف شہر کو خاک میں ملا ڈالا۔ بلکہ مرد عورتوں کو مار ڈالا۔ ذوالچو کی آمد کے بعد کشمیر میں بے استقلالی رہی۔ یہ حالت تقریباً آٹھ مہینے تک جاری رہی۔ ذوالچو یا ذوالقدر خان کی آمد گویا کشمیر پر ہندو راجاؤں کی حکومت کے لئے فنا کا پیغام تھا (۱۳۲۳ء) مورخوں کا بیان ہے۔ کہ رینچن شاہ تک کشمیر کے قدیم راجاؤں کی حکومت چار ہزار چار سو اور پینتالیس سال (شمسی) تک قائم رہی۔ مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ قدیم راجاؤں کے زمانے میں کشمیر کے خزانہ میں سالانہ آمدنی ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ ہوتی تھی۔ جو

سلطان بڈشاہ کے زمانے میں بڑھ کر ایک کروڑ تیرہ لاکھ روپیہ ہوگئی تھی۔

۷۲۶ سنہ ہجری میں سید بلبل شاہ صاحب کشمیر میں تشریف آور ہوئے۔ جنہوں نے دین اسلام یہاں پر رائج کیا۔ طلوع آفتاب دین احمدی ہے تاریخ یعنی سنہ ہجری ظاہر ہوتا ہے۔

مدت حکومت ۲ سال ۷ ماہ

۱۶۴۔ رینچن شاہ المعروف صدر الدین ۷۲۵ سنہ ھ ، ۱۳۲ سنہ ء ، ۱۳۸۱ سنہ ب

رینچن شاہ خود تبتی تھا (ع۲) اور تبت کے حکمران بغین کا بیٹا تھا۔ وہ پہلے گگنہ گیر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مگر کشمیر کے حالات کو دیکھ کر اس نے کشمیر کے راجے رامچندر کو قتل کیا۔ اور اس کے بیٹے راون چندر کو قید کر لیا۔ اور خود حکومت کرنے لگا۔ بعد میں اس نے رامچندر کی بیوہ کوٹہ رانی کے ساتھ بیاہ کیا۔ اور راون چندر کو رینہ کا خطاب دے کر اپنا وزیر اعلیٰ مقرر کیا۔ رینچن شاہ کے زمانے میں ہی سید بلبل شاہ صاحب جن کا اصلی نام سید شرف الدین ہے دارو گیر سے رینچن شاہ ان کے ہاتھوں مسلمان ہوا اور اپنا نام بدل کر صدر الدین رکھ لیا۔ سرکاری احکامات میں ہجری سنہ درج کرنے کا رواج جاری کیا۔ کوٹہ رانی سے اس کا بیٹا حیدر خان پیدا ہوا۔ سری نگر میں رینچن شاہ کی مسجد اور خانقاہ سید بلبل شاہ اسی کی تعمیر کردہ ہے (ع۳) جو آج بھی سری نگر کے محلہ بلبل لنکر میں موجود ہے۔ حیدر خان اپنی ماں کوٹہ رانی اور شاہ میر کی نگرانی میں بڑا ہوا۔

مدت حکومت پندرہ سال دو ماہ

۱۶۵- ادون دیو سنہ ۷۲۸ء - سنہ ۱۳۲۷ء - سنہ ۱۳۸۴ب

ادون دیو راجہ سہہ دیو کا بھائی تھا۔ اس نے کوٹہ رانی سے شادی کرلی۔ جو دراصل حکومت کرتی تھی۔

توضیحی نوٹ دسواں باب

۱- ایسا دکھائی دیتا ہے کہ کشمیر کے آخری ہندو راجاؤں نے کشمیر کے صرف ان دروں کی حفاظت کا انتظام کر رکھا تھا۔ جو وادی کے جنوب اور مغرب میں واقع ہیں۔ ان میں قابل ذکر یہ ہیں:

	سطح سمندر سے اونچائی
(۱) درہ پیر پنجال (شوپیان۔ بھمبر۔ گجرات)	۱۱،۴۰۰ فٹ
(۲) درہ بانہال (ویری ناگ۔ جموں)	۹،۲۰۰ فٹ
(۳) توشہ میدان (گلمرگ۔ پونچھ)	۱۰،۵۰۰ فٹ
(۴) کوہالہ (جہلم۔ مظفر آباد)	۸،۰۰۰ فٹ

ان دروں کے علاوہ کشمیر کے شمال میں کئی درے ہیں، جن کی طرف اس وقت کے حکمرانوں نے شاید اس لئے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ کہ وہاں سے حملہ کا کوئی ڈر نہ تھا۔ اس زمانے میں عرب سے آئے ہوئے مسلمان فاتح بن کر سندھ کے راستے ہندوستان کے مختلف حصوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لہذا وہ یہ سمجھنے میں کسی قدر حق بجانب تھے۔ کہ حملہ کا خطرہ جنوب کی طرف سے ہے۔ شمال کی طرف سے نہیں۔ انہیں اپنی غفلت شعاری کا احساس جلدی ہی ہوا ہوگا۔ جب شمال کے راستے سے ذوالچو (جو

مسلمان نہیں تھا، کی فوجیں بھاری تعداد میں وارد کشمیر ہوئیں۔
اور یہاں وہ افراتفری پھیلائی جس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔
ذولچو یا تو تاتاری تھا یا منگول نسل سے تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ
اس ترک قوم سے تھا جو وسط ایشیا میں آباد ہے۔ اور جو اُس
وقت اسلام سے بالکل ناآشنا تھی۔ دراصل وہ ہُن (ہیپی) نسل
سے تعلق رکھتا تھا۔ اور وہ شمالی دروں کے راستے ہی کشمیر میں
داخل ہوا تھا۔ شمال میں واقع چند دروں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) رازہ دین (گریس۔ بانڈی پورہ) ۱۱،۸۰۰ فٹ
(۲) بُرزل (گلگت سری نگر) ۱۳،۶۰۰ فٹ
(۳) نس ژھین (کرناہ۔ ہندواڑہ) ۱۰،۲۰۰ فٹ

اسی طرح شمال مشرق یا مشرق میں واقع چند دروں کے نام
یہ ہیں:۔

(۱) زوجی لا (لیہہ۔ سری نگر) ۱۱،۳۰۰ فٹ
(نوٹ:۔ لا درے کو کہتے ہیں۔ لہذا زوجی لا کے معنی زوجی کا درہ
ہے۔ جس طرح زوجی بال کے معنی زوجی کا پہاڑ ہے۔)
(۲) لانگ لا (تبت۔ لداخ) ۱۸،۰۰۰ فٹ
(۳) قراقرم } یارقند۔ کشمیر } ۱۸،۳۱۷ "
(۴) سگت دون } یارقند۔ کشمیر } ۱۸،۱۳۷ "
(۵) کین ین (ترکستان۔ لداخ) ۱۷،۰۰۰ "
(۶) حاجی لنگر (یارقند لداخ) ۱۴،۷۰۰ "
(۷) ینگ لی دون (" ") ۱۹،۰۰۰ "

(۸) ساسرلا (یارقند - لداخ) ۱۷,۴۸۴ فٹ
(۹) خرذنگ (تبت) ۱۸,۳۸۰ ,,

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابوالفضل نے کشمیر میں داخل ہونے کے مختلف راستوں کی کل تعداد ۲۶ بیان کی ہے۔ مندرجہ صدر صرف چند ایک مشہور دروں کے نام ہیں

ع۲۔ رینچن شاہ کا پورا تبتی نام لہاچین گیالبو رینچن تھا۔ اور اس کے نام کے ساتھ بٹھ یا بوٹھ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ بٹھ یا بوٹھ آج بھی کشمیر میں ہر اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو تبتی یا لداخی ہو۔ حتے کہ کرگِل اور تلیل کے مسلمانوں کو بھی بوٹھ کہتے ہیں۔ بوٹھ در اصل ہندوستان کے شمال اور شمال مشرق میں واقع سرحدی ریاستوں اور تبت، بھوٹان، نیپال اور تبت خورد یعنی لداخ کے وسیع علاقے میں رہنے والے منگول نسل کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ ان کے چہروں کے خدو خال آریائی یا کشمیری نسل کے لوگوں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔

ع۳۔ ڈاکٹر صوفی کی کتاب "کشیر" میں کشمیر کے اس اولین بزرگ کا پورا نام "شرف الدین سید عبدالرحمان ترکستانی" دیا گیا ہے، لیکن تاریخ حسن کے مؤلف نے صرف سید شرف الدین تحریر کیا ہے۔ پیر حسن شاہ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بلبل شاہ صاحب سب سے پہلے سہہ دیو کے وقت میں کشمیر آئے، اس کے بعد دوسری مرتبہ رینچن کے زمانے میں کشمیر تشریف لائے۔

وادیٔ کشمیر میں پیشوایانِ اسلام (جن میں سادات، شیوخ اور ریشیان کے حالات زندگی، دینی تبلیغ، کشف و کرامات اور ان کے مزارات وغیرہ کا مفصل حال تاریخ حسن (فارسی) کی تیسری

جلد (اسرار الاخیار) میں درج ہے۔ اسی طرح شعرائے کشمیر کا حال
چوتھی جلد میں درج ہے۔ کتاب کی یہ جلدیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔
اور اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ کتاب ہذا کے مترجم کے پاس
موجود ہے۔ علاوہ ازیں بلبل شاہ صاحب کے نام سے ایک کتابچہ
مولوی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم کی تصنیف شایع ہو چکی ہے۔
جس میں حضرت بلبل شاہ کے حالات تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

گیارھواں باب

حکومتِ سلاطینِ کشمیر

مدت حکومت تین سال ۵ ماہ
۷۴۳ھ، ۱۳۴۷ء، ۱۳۹۹ب

۱۶۱۔ شاہ میرزا سلطان شمس الدین

شاہ میرزا یا شاہ میر غالباً ترک نسل سے تھا۔ طاہر اس کے باپ کا نام تھا جو واقر شاہ کا بیٹا تھا۔ جو بڑا مذہبی انسان تھا۔ شاہ میر کنر علاقہ سے آیا تھا (۱) تاریخ فرشتہ میں لکھا گیا ہے۔ کہ وہ پانڈوؤں کی نسل سے تھا۔ اس نے کوٹہ رانی کو اپنے نکاح میں لایا۔ لیکن رانی نے پہلے ہی رات میں اپنے سینے کو خنجر سے مجروح کر کے اپنے کو وصال سے جدا رکھا۔ کیونکہ وہ خود ایک طویل عرصہ تک رانی رہی تھی۔ اور شاہ میر اس کا محض ایک نوکر رہا تھا۔ شاہ میر عام طور سے ایک عادل حکمران ثابت ہوا۔ اپنے عہد میں اس نے نیا کشمیری سمت اور مہینوں کے کشمیری نام رائج کئے۔ نوروز کا کشمیری نام سونت رکھا۔ جب تک

چغتائی (مغل) حکمرانوں کا راج رہا۔ کشمیری سمنہ کا رواج رہا۔ شاہ میر موضع سنبل (شمالی کشمیر) میں دفن ہے (ع۲)

مدت حکومت ایک سال دو ماہ

۱۶۷۔ سلطان جمشید

۷۴۷ھ۔ ۱۳۴۶ء۔ ۱۴۰۲ سنہ ب

سلطان شمس الدین (شاہ میر) کے دو بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا جمشید اور چھوٹا بیٹا علی شیر تھا۔ باپ کے مرنے پر جمشید سلطان بن گیا۔ محسن تھا۔ مگر اپنے چھوٹے بھائی نے اس کو ہرا دیا۔ اور اس نے بھاگ جانے میں ہی اپنی خیریت جان لی۔

مدت حکومت ۱۲ سال ۸ ماہ ۱۳ روز

۱۶۸۔ سلطان علاؤالدین

۷۴۸ھ۔ ۱۳۴۷ء۔ ۱۴۰۴ سنہ ب

اصلی نام علی شیر تھا۔ مگر علاؤالدین کا لقب اختیار کیا۔ محلہ علاؤالدین پورہ سری نگر اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ شہاب الدین اس کا وزیر تھا۔ اس کے عہد میں ۷۵۹ھ ہجری میں کشمیر میں قحط پڑا۔ اسی سلطان کے زمانے میں حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں وارد کشمیر ہوئے۔ اور للہ عارفہ اُن کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئی۔ (ع۳) سلطان علاؤالدین محلہ ملک آنگن سری نگر میں دفن ہیں۔

مدت حکومت ۱۹ سال ۳ ماہ

۱۶۹۔ سلطان شہاب الدین

۷۶۰ھ، ۱۳۵۶ء، ۱۴۱۶ سنہ ب

شیر اشامک کے نام سے مشہور تھا۔ کئی علاقوں کو فتح کر لیا۔ اس کے زمانے میں ۷۸۰ھ ہجری میں بانی مسلمانی کشمیر حضرت

امیر کبیر میر سید علیؒ ہمدانی (شاہ ہمدانؒ) پہلی مرتبہ وارد کشمیر ہوئے (اور) سلطان للہ عارفہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا ہے۔ اور شہاب الدین پورہ اسی کا آباد کیا ہوا ہے، جس میں ... ۷ گھرانے آباد کئے گئے تھے۔ محلہ بلدیمر میں، جو مزار سلاطین کے شمال میں واقع ہے۔ دفن کیا گیا۔

۱۷۰۔ سلطان قطب الدین

مدت حکومت ۱۶ سال ۵ ماہ ۲ یوم
۷۸۰ھ۔ ۱۳۷۸ء۔ ۱۴۳۵ب

اس کا اصلی نام ہندال تھا۔ قطب الدین پورہ اسی کا بنایا ہوا ہے ۱۴۳۶ بکرمی میں کشمیر میں سیلاب آیا۔ جس سے بیس ہزار عمارتیں برباد ہوگئیں۔ اس کے زمانے میں حضرت امیر کبیر سید علیؒ ہمدانی دو مرتبہ رونق افزائے کشمیر ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۱۳۸۱ء میں سات سو کے قریب سادات کے ہمراہ جب کہ چھ مہینے قیام کیا اور دوسری مرتبہ ۷۸۵ھ میں۔ جب کہ کشمیر میں اورادِ فتحیہ پڑھنے کی عام اجازت عطا کی۔ شاہ ہمدانؒ ۷۸۶ھ میں رحلت فرما گئے۔ اور ختلان میں آسودہ ہیں۔ ان کے تبرکات ابھی تک خانقاہ معلی سری نگر میں موجود ہیں۔ جہاں انہوں نے اپنے قیام کے دوران ایک حجرہ تعمیر کرایا تھا۔

سلطان قطب الدین پیر حاجی محمد صاحب کے صفہ پر دفن کیئے گئے ہیں۔

۱۷۱۔ سلطان سکندر بت شکن

مدت حکومت ۲۴ سال ۹ ماہ ۶ روز۔

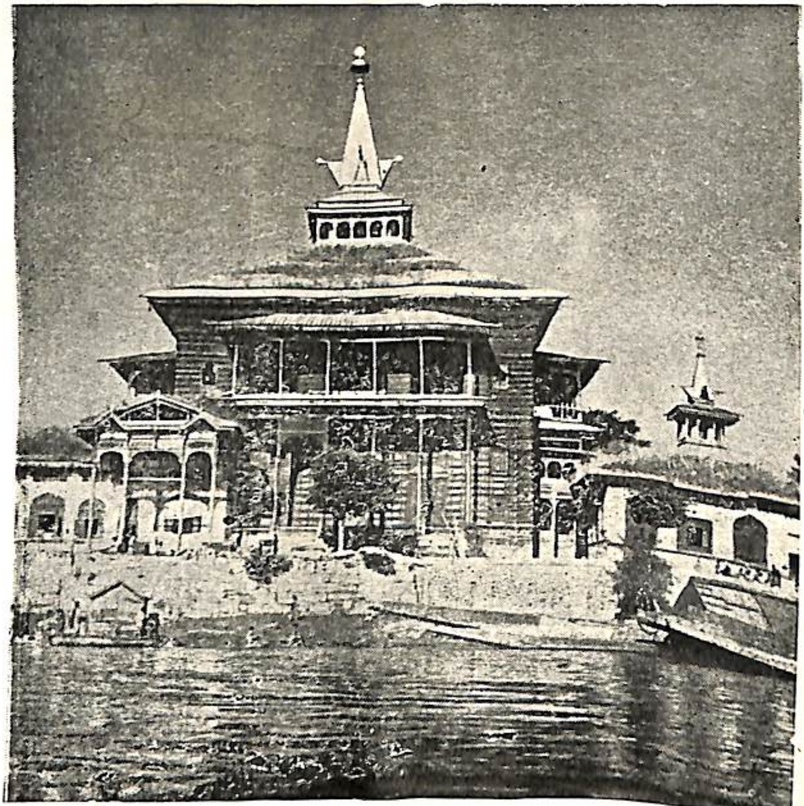

خانقاہ معلیٰ

جب ۷۹۶ھ ہجری میں حضرت میر محمد ہمدانی قدس سرہ (حضرت سید علی ہمدانی کے فرزند) دیگر سادات اور علماء کے ساتھ کشمیر تشریف لائے (ع۵) تو سلطان سکندر نے ان کے ہاتھ سے بیعت لی۔ اور ان کے مرید بن گئے۔ اس کے بعد سلطان سکندر نے اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے بہت کچھ کیا۔ خانقاہ معلیٰ اور جامع مسجد کو تعمیر کرایا۔ اُن دنوں خانقاہ معلیٰ صرف ایک منزلہ تھا۔ اس کی تعمیر ۷۹۹ھ کو مکمل ہوگئی۔ چونکہ اس نے کئی مقامات پر بت خانوں کی جگہ مسجدیں تعمیر کروائیں اسلئے اسے سلطان بت شکن بھی کہتے ہیں۔ اس نے نائید یار سے ایشہ براری تک ایک لمبا ستھو (بنڈ) بنایا۔ جسے سرو تالن عرگ کہتے تھے۔ ملک سہہ بٹ المعروف ملک سیف الدین اس کا وزیر تھا۔ سلطان مذکور مزار السلاطین میں مدفون ہے۔ حضرت میر محمد ہمدانی ۲۲ سال کی عمر میں کشمیر آئے تھے اور ۲۲ سال یہاں رہ کر واپس چلے گئے۔

۱۷۲۔ امیر تیمور گورگانی جو اپنی بہادری اور شجاعت کے سبب نصف دنیا کا بادشاہ بن بیٹھا اکا تسلط دور دور کے ممالک پر رہا۔ کشمیر بھی اس کے فتوحات کے اثرات سے بچ نہ سکا۔ اس کے زمانے میں بہت سے سادات و علماء کشمیر آئے۔

مدت حکومت ۶ سال نو ماہ۔

۱۷۳۔ سلطان علی شاہ ۸۲۰ھ، ۱۳۱۶ء، ۱۴۷۳ بکرمی

علی شاہ سلطان سکندر کا بڑا بیٹا تھا۔ عیدگاہ میں عالی مسجد اور

عالی کدل اس کے بنائے ہوئے ہیں۔

مدت حکومت
۱۷۴۔ سلطان زین العابدین (بڈشاہ صاحب) ۵۱ سال ۱۰ ماہ ۳ یوم

۸۲۷ سنہ ہجری، ۱۴۲۳ سنہ عیسوی۔ ۱۴۸۰ سنہ بکرمی۔

سلطان سکندر کا دوسرا بیٹا تھا۔ رعیت پروری میں بہت مشہور تھا۔ اب تک اس کا نام بڑی عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ انصاف پرور تھا۔ اس نے کشمیر کی ترقی و تعمیر کے لئے کئی ایک اقدامات کئے۔ شاہ کوہل نام کی ایک نہر اس نے گاندربل سے کھدوائی جو نوشہرہ تک لائی گئی تھی۔ لچمہ کوئل اسی شاہ جوئے کی ایک شاخ تھی۔ اگرچہ اس کا نام زین العابدین تھا مگر لوگ اسے بڈشاہ (یعنی بڑا بادشاہ) کے نام سے پکارتے ہیں، اس کی تعمیرات کی فہرست یہ ہے:-

(۱) جھیل ڈل کے عین وسط میں سونہ لنک (جزیرہ) کی تعمیر۔
(۲) جھیل ولر میں زینہ لنک (جزیرہ) کی تعمیر۔
(۳) زینہ کدل (۴) زینہ بازار (۵) نوینہ پورہ (۶) زینہ ستھو (۷) زینہ ڈب (۸) زینہ گیر (۹) نالہ مار (۱۰) سوپور کا پل

بڈشاہ صاحب کے عہد میں بھی کشمیر میں ایک بار قحط رونما ہوا۔ سلطان مذکور مزار السلاطین میں دفن ہے (م۔۶)

مدت حکومت ایک سال دو ماہ
۱۷۵۔ سلطان حیدر شاہ

۸۷۹ سنہ ھ، ۱۴۷۴ سنہ ء، ۱۵۳۱ سنہ ب

حاجی خان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ عیاش تھا۔ اونتی پورہ

کا پل اس نے بنوایا ہے۔ شراب کے نشے میں چور ہوکر ایک روز گر کر مر گیا۔

مدت حکومت ۱۲ سال

۱۷۶۔ سلطان حسن شاہ ابن حیدر شاہ ۸۸۰ھ، ۱۴۷۵ء،

۱۵۳۲ب۔ عیاش تھا۔ لوکٹ ڈل میں روپہ لنک (جزیرہ) تعمیر کروایا۔ ملک احمد یتو اس کا وزیر تھا۔ ۸۸۵ ہجری میں کہارہ بازار جل کر راکھ ہوگیا۔ خانقاہ معلی اور جامع مسجد بھی جل گئے۔ سکندر پورہ سے علاء الدین پورہ تک تقریباً دس ہزار مکان جل گئے۔ سلطان نے ہمت کرکے جامع مسجد اور خانقاہ معلی کو نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ اگرچہ خانقاہ صرف ایک طبقہ کی بنائی۔ اس کے علاوہ کوہ ماران (ہاری پربت) کے دامن میں شمال کی جانب احمد اکدل میں ... بابا اسمٰعیل زاہد کی خانقاہ کو تعمیر کیا۔ بابا اسمٰعیل کبروی سلسلہ (؟) کے مشائخ میں سے تھے۔ سلطان کے زمانے میں ۸۹۲ھ میں میر شمس الدین عراقی پہلی مرتبہ وارد کشمیر ہوئے۔ جنہوں نے کشمیر میں آٹھ برس تک قیام کرکے یہاں شیعہ مذہب رائج کیا۔ اس نے محلہ جڈی بل میں ایک دو منزلہ خانقاہ تعمیر کرائی۔ جس میں قیام کرکے شیعہ مذہب کی مشہور کتاب احوط تصنیف کی۔ ۹۰۳ ہجری میں رحلت کی۔ (۸)

مدت حکومت ۲ سال ۷ ماہ

۱۷۷۔ سلطان محمد شاہ ابن حیدر شاہ ۸۹۲ ہجری۔

۱۴۸۶ عیسوی۔ ۱۵۴۴ بکرمی۔ سید حسن بیہقی کی مدد سے

ستھر (۷۰) سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں سادات بیہقی کو امور سلطنت میں کافی عمل دخل رہا۔ وہ کسی دوسرے کو حکومت کے کاموں میں دخل دینے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حتیٰ کہ سلطان سے ملاقات تک کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کشمیر کے سابق امراء کو اس بات پر رشک ہوا۔ اور انہوں نے بہانہ کرکے سید حسن کو تیس بیہقی سادات سمیت نوشہرہ کے باغ میں قتل کردیا۔ سید محمد ولد سید حسن محمد شاہ کا ماموں تھا۔ سید محمد کی عمر ستاراں (۱۷) سال تھی۔ اس خونریزی اور غارت گری میں وہ ایک غریب بھکاری کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ (ع۹)

۱۷۸۔ سلطان فتح شاہ ولد ادہم شاہ ولد بڈشاہ

مدت حکومت تین سال۔ ۸۹۵ھ، ۱۴۸۹ء، ۱۴۴۶ ب

ملک سیف دار کی امداد سے وہ تخت پر قابض ہوا۔ ملک سیف دار کے علاوہ ملک شمس اس کا وزیر تھا۔ فتحکدل اسی کا بنایا ہوا ہے۔ اس کا باپ ادہم شاہ سعہ یار سرینگر میں دفن ہے۔

۱۷۹۔ سلطان محمد شاہ (دوسری بار) مدت حکومت ۹ سال۔

۸۹۸ھ، ۱۴۹۲ء، ۱۵۴۹ ب

سید محمد بیہقی کی مدد سے ایک بار پھر تخت نشین ہوا۔ ایک جنگ کے دوران سید محمد ایک کنوئیں میں گر کر مرگیا۔ سلطان محمد شاہ کے عہد حکومت میں میر شمس عراقی دوسری مرتبہ بارہ برس کے وقفہ کے بعد کشمیر آئے۔ اور جڈی بل میں دو منزلہ خانقاہ تعمیر کرائی (ع۱۰)

سنہ ۹۰۰ ہجری میں میر مذکور شیعہ مذہب کی تبلیغ کے لئے تبت (بلتستان) چلے گئے۔ اسی سال یعنی سنہ ۹۰۰ ہجری میں سری نگر میں آتشزدگی کی ایک بڑی واردات ہوئی اور سارا شہر جل گیا۔ میر شمس عراقی نے اپنے مریدوں کاجی چک اور غازی خان کے ذریعہ خانقاہ معلیٰ کی عمارت کو، جو آگ کی واردات میں جل گئی تھی، گرادیا، کہتے ہیں۔ کہ اس کی ایک غرض یہ تھی کہ جڈی بل کی خانقاہ کو رونق ملے۔ لیکن محمد شاہ کی زوجہ صالحہ ماجی نے خانقاہ معلیٰ کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کا ذمہ لیا۔ اپنے زیور وغیرہ بیچ کر اس نے خانقاہ معلیٰ کو پھر سے تعمیر کرایا۔ تعمیر نو پر تین ہزار روپیہ اور ساٹھ ہزار تنکہ خرچ آئے۔ صالحہ ماجی نے خانقاہ معلیٰ کی تعمیر نو کے سلسلے میں وقف نامہ لکھ کر دیدیا۔ جس پر سلطان محمد شاہ کی مہر بھی ثبت ہے۔ خانقاہ معلیٰ کی اس نئی تعمیر کی تاریخ یہ ہے " ومن دخلہ کان آمنا " ۸۹۸ یعنی یہ جگہ امن و امان کی پناہ گاہ ہے۔ یہ مصرعہ تاریخ خانقاہ معلیٰ کی ڈیوڑھی پر اب بھی درج ہے۔ صالحہ ماجی کاجی چک کی بھتیجی تھی اور اسماعیل زاہد کے مریدوں میں سے ایک تھی۔

۱۸۰۔ سلطان فتح شاہ (دوسری مرتبہ) سنہ ۹۰۷ھ، ۱۵۰۱ء، سنہ ۱۵۵۶ بب
مدت حکومت ۱۳ سال۔

سنہ ۹۰۷ھ میں زلزلہ آیا۔ جو تھوڑے بہت وقفہ کے ساتھ تقریباً تین مہینے تک جاری رہا۔ شمس چک اس کا وزیر تھا۔ سید محمد بیہقی کے مکان کو آگ لگادی گئی۔ اس کے عہد میں موسیٰ رینہ شیعہ ایک جنگ کے دوران مارا گیا۔ فتح شاہ اپنے آبائی مزار میں، جو جامع

مسجد کے سامنے واقع ہے۔ دفن ہے۔ اسی کے عہد میں میر شمس عراقی اسکردو سے واپس خطہ کشمیر میں آئے اور سید محمد کی وفات کے بعد جڈی بل میں اعلانیہ شیعہ مذہب کی اشاعت و تبلیغ کا کام جاری رکھا۔

مدت حکومت پانچ مہینہ

۱۸۱۔ سلطان محمد شاہ (تیسری مرتبہ) ۹۲۰ھ، ۱۵۱۳ء، ۱۵۷۰ب

ملک ابراہیم اس مرتبہ محمد شاہ کا وزیر تھا۔

مدت حکومت ۳½ سال۔ ۹۲۱ ہجری

۱۸۲۔ فتح شاہ (دوسری مرتبہ) اس مرتبہ اس کا وزیر جہانگیر پدر تھا۔ اس کے عہد میں دس ہزار کے قریب کشمیری پنڈت (مرد اور عورتیں) گنگا دریا پہ گئے۔ جہاں آواز غول سے ڈر کر وہ سبھی کے سبھی مر گئے۔ یہ واقعہ ۹۲۳ھ کا بیان کیا جاتا ہے۔

مدت حکومت دس سال

۱۸۳۔ محمد شاہ (چوتھی مرتبہ) ۹۲۴ھ، ۱۵۱۷ء، ۱۵۷۴ب۔

۹۲۵ھ میں فتح شاہ نوشہرہ کے کوہستان میں وفات پا چکا۔ اس کی وصیت کے مطابق حضرت امیر کبیرؒ کی کلاہ مبارک اس کی میت کے ساتھ دفن کی گئی۔ محمد شاہ نے اس کی لاش نکال کر اسے باپ کے مزار واقع سہہ یار میں نئے سرے سے دفنا دیا۔ ۹۳۰ ہجری میں فتح شاہ کا لڑکا سکندر شاہ، محمد شاہ کے ہاتھوں لگا۔ محمد شاہ نے سکندر شاہ کی آنکھیں نکلوائیں۔ اور اسے نابینا بنا دیا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد محمد شاہ مر گیا۔ واللہ

گر محلہ متصل مزار شیخ بہاؤ الدینؒ میں دفن ہے۔

مدت حکومت دو سال

۱۸۴۔ سلطان ابراہیم ولد محمد شاہ سنہ ۹۳۴ھ، سنہ ۱۵۲۷ء، سنہ ۱۵۸۴ب

کاجی چک کا بھتیجا تھا اور اسی کی مدد سے تخت پر بیٹھا۔

مدت حکومت ۸ سال

۱۸۵۔ سلطان محمد شاہ (پانچویں مرتبہ) سنہ ۹۳۶ھ، سنہ ۱۵۲۹ء، سنہ ۱۵۸۶ب

سنہ ۹۳۹ ہجری میں شدید قحط رونما ہوا۔ اور اجناس خوردنی کی قیمتیں بہت بڑھ گئیں۔ یہاں تک کہ ایک خروار شالی دس ہزار تنگہ میں فروخت ہوتی تھی۔ قحط کا یہ حال دو برس تک رہا، لوگ اس قدر بھوکے بن چکے تھے کہ ایک دوسرے سے پکے ہوئے چاول چھین لیتے تھے۔ ملک ابدال اس کا وزیر تھا۔

مدت حکومت ایک سال

۱۸۶۔ سلطان شمس الدین سنہ ۹۴۴ھ، سنہ ۱۵۳۷ء، سنہ ۱۵۹۴ب

شمس الدین محمد شاہ کا بیٹا تھا۔ کاجی چک مدار المہام (بڑا وزیر) تھا اور اسے کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ محض نام کا بادشاہ تھا۔

مدت حکومت ڈیڑھ سال

۱۸۷۔ سلطان اسماعیل شاہ سنہ ۹۴۵ھ، سنہ ۱۵۳۸ء، سنہ ۱۵۹۵ب

محمد شاہ کا بیٹا اور کاجی چک کا داماد تھا۔ کاجی چک بدستور بڑا وزیر رہا۔ اور شمس الدین کی طرح بے اختیار بادشاہ تھا۔ کاجی چک شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔

۱۸۸- سلطان ابراہیم شاہ دوئم

مدت حکومت چار مہینے ۹۴۶ھ، ۱۵۳۹ء، ۱۵۹۶ب

اسماعیل شاہ کا بیٹا تھا۔ اس کے عہد میں بھی کاجی چک وزیر اعظم تھا۔

۱۸۹- میرزا حیدر کاشغری کی کشمیر میں آمد۔

مدت حکومت دس سال، ۹۴۷ھ، ۱۵۴۰ء، ۱۵۹۷ب

بابر کا خالہ زاد بھائی اور سلطان سعید کاشغری کا بھتیجا تھا۔ ۲۰ر رجب ۹۴۷ھ ہجری کو وارد کشمیر ہوا۔ اس نے کشمیر میں کچھ نئی مصنوعات کو رواج دیا، مثلاً طاقچے، پنجرے، اور مکانوں میں لکڑی کے علاوہ اینٹوں اور پتھر کا استعمال اسی کا سکھایا ہوا ہے، اسی طرح حمام کی تعمیر اور ٹاٹ کا بچھونا بھی اسی نے کشمیریوں کو سکھلایا۔

اس کے قیام کشمیر کے دوران ۹۵۵ھ ہجری کو شیعہ فرقہ سے تعلق رکھنے والوں کو ختم کیا گیا۔ خانقاہ شمس عراقی کو جلا ڈالا گیا۔ میر عراقی کی نعش کو قبر سے نکال کر جلا دیا گیا۔ اس کے بیٹے میر دانیال اور خلیفہ بابا علی بخار کو قتل کیا گیا۔ شیعہ مورخوں نے اس واقعہ کو "واقعہ دشت کربلا" کے نام سے پکارا ہے۔ میرزا حیدر ۷ر ذی قعدہ ۹۵۷ھ ہجری کو ایک قصائی کے ہاتھوں مارا گیا۔ دریائے جہلم کے کنارے مزار السلاطین میں دفن ہے۔ (د۱۱)

مدت حکومت ۱۱ سال چند ماہ
۱۹۰۔ سلطان نازک شاہ سنہ ۹۴۷ھ، ۱۵۴۰ء، ۱۵۹۷ب

فتح شاہ کا بیٹا تھا۔ اور میرزا حیدر کاشغری کی مدد سے بادشاہ بن گیا۔ اہل سنّت یعنی سُنی فرقہ کے لوگوں کی عزت کرتا تھا۔ ہندؤں کی بھی قدر کرتا تھا۔ مگر شیعوں کی بے قدری کرتا تھا۔

مدت حکومت تین سال
۱۹۱۔ سلطان اسماعیل دوئم سنہ ۹۵۸ھ، ۱۵۵۰ء، ۱۶۰۷ب

ابراہیم شاہ کا بیٹا تھا اور دولت چک کی امداد سے بادشاہت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ دولت چک شیعہ تھا اور وہ سلطان اسماعیل دوئم کا مدارالمہام (وزیراعظم) بن بیٹھا۔ اس نے خانقاہ میر شمس عراقی کو نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ سنہ ۹۶۰ ہجری میں زلزلہ آیا جو بہت شدید تھا۔ حسن پورہ اور حسین پورہ اسی زلزلے کے سبب اپنی جگہ سے بدل گئے۔

مدت ایک سال
۱۹۲۔ سلطان حبیب شاہ سنہ ۹۶۱ھ، ۱۵۵۳ء، سنہ ۱۶۱۰ب

اسماعیل شاہ کا بیٹا اور غازی خان چک کا بھانجا تھا۔ غازی خان کی مدد سے سلطان بن سکا۔ حبہ کدل اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ ایک روز تخت پر بیٹھا تھا کہ اس سے ایک بشری غلطی سرزد ہوئی۔ یعنی ہوا خارج ہوگئی۔ اس پر علی خان چک نے اس کے سر سے تاج اٹھا کر غازی خان چک کے سر پر رکھ دیا۔ اس طرح دو سو تیس سال تک کی سلاطین کشمیر کی یہ حکومت "ہوا کے ایک جھونکے" کے ساتھ ختم ہوئی!

توضیحی نوٹ گیارھواں باب

ع۱ شاہ میر مذہباً مسلمان تھا۔ لیکن محض ایک ملازم کی حیثیت سے کشمیر میں آیا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ اودن دیو کا وزیر بن گیا تھا اور بالآخر کوٹہ رانی کو تخت سے اتارنے اور خود قابض ہونے میں کامیاب ہوا۔

تاریخوں میں جونراج کے حوالے سے یہ واقعہ بھی درج ہے۔ کہ اودن دیو کے وقت میں اچھلا نامی ایک فوجی جرنیل نے کشمیر پر چڑھائی کی جسے منڈپور کے راجے کی امداد حاصل تھی۔ اس حملے کی تاب نہ لاکر اودن دیو کشمیر سے بھاگ گیا۔ مگر شاہ میر نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سلطنت کو محفوظ رکھا۔ اس سے پہلے ذولچو کے حملے میں اودن دیو کا بڑا بھائی سہہ دیو بھی حملہ کی تاب نہ لاکر کشمیر سے بھاگ جانے پر مجبور ہوا تھا۔ اودن دیو بعد ازاں واپس آگیا تھا۔ مگر وہ محض نمائشی حکمران تھا۔ حکومت کی باگ ڈور دراصل شاہ میر کے ہاتھ میں تھی۔ جس نے بعد میں کوٹہ رانی سے شادی کرلی۔ اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کشمیر میں مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت سے پہلے ہی بعض مسلمان انفرادی حیثیت میں یہاں آکر ہندو حکمرانوں کی ملازمت میں شامل ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

توضیحی نوٹ ع۳ نواں باب۔

راج ترنگنی کے مترجم آر۔ایس۔ پنڈت نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ شاہ میر پنجابی تھا۔

شاہ میر کی نسبت سے اس کی اولاد کو شہمیری کہلایا جانے لگا۔ آج بھی کشمیر میں شہمیری خاندان موجود ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ اقوام کشمیر مصنفہ منشی محمدالدین فوق مرحوم۔

ع۲ سنبل یا سمبل کا گاؤں اب کافی نامور ہوگیا ہے۔ کیونکہ وہ وادی کشمیر کے منتخب سوناواری ترقیاتی بلاک کا صدر مقام قرار دیا جاچکا ہے، سوناواری کو آج سے پہلے سنی وار یعنی جھیل اولر کے ارد گرد واقع نچلی سطح کے علاقہ کو کہتے تھے۔ اور یہ عموماً سیلابوں کا شکار رہتا تھا۔ مگر موجودہ وزیراعظم بخشی غلام محمد نے اس علاقہ کا نام بدل ڈالنے کے علاوہ اس کی حالت بدلنے کی طرف ذاتی توجہ اور دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ۱۹۶۱-۵۷ء میں سوناواری ترقیاتی بلاک پر کل ۳۰ لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ جب کہ تیسرے پانچسالہ منصوبہ (۱۹۶۶-۶۱ء) کے دوران کل اسی لاکھ روپے خرچ ہونے کا اندازہ ہے۔

ع۳۔ سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخارا سے ۱۳۸۷ء عیسوی میں وارد کشمیر ہوئے۔ اور مختصر وقفہ تک قیام کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

للہ عارفہ کو ہندو مورخین نے للی ایشوری لکھا ہے۔ اس کی پیدائش کا سن ۷۳۵ ہجری مطابق ۱۳۳۵ء عیسوی ہے۔

جب کہ کشمیر میں ادون دیو کی حکومت تھی۔ لیکن عام لوگوں کی توجہ اس کی طرف اس وقت مرکوز ہوئی جب کہ کشمیر میں سلطان علاءالدین (۱۳۵۴-۶۳ء) حکومت کرتے تھے۔ للہ عارفہ کا کلام اب بھی کشمیریوں میں مقبول ہے۔ اور اس کلام کے اردو اور انگریزی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

۴۔ حضرت سید شاہ ہمدان رح کی آمد سے پہلے اگرچہ اسلام انفرادی صورت میں کشمیر میں پہنچ چکا تھا۔ لیکن کشمیر کی ایک بڑی اکثریت کو اپنے روحانی اثر سے دائرہ اسلام میں لانے کا سہرا حضرت موصوف کے سر ہے۔ حضرت شاہ ہمدان رح کے مختصر سوانح اور کشمیر کی سب سے بڑی اسلامی خانقاہ (خانقاہ معلیٰ) کے حالات اسی نام کے ایک رسالہ میں شائع ہو چکے ہیں جو سعدالدین صاحب تارہ بلی کا مرتب کیا ہوا ہے۔ شاہ ہمدان رح کے ساتھ جو سینکڑوں سادات امیر تیمور کے جور و ظلم سے بچنے کے لئے کشمیر آئے۔ ان کا حال تاریخ حسن حصہ سوئم میں درج ہے۔

۵۔ حضرت میر محمد ہمدانی رح شاہ ہمدان کے بیٹے تھے۔ اور بظاہر اپنے باپ کی ہدایت کے بموجب کشمیر تشریف لائے۔ سید تاج الدین اور سید حسین سمنانی بھی جو شاہ ہمدان رح سے پہلے کشمیر آئے تھے۔ موخر الذکر کی ہدایت پر ہی کشمیر تشریف لائے تھے۔

۶۔ سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کے عہد حکومت کے متعلق تفصیلی حالات منشی محمدالدین فوق مرحوم کی کتاب "تاریخ بڈشاہی" میں درج ہیں۔ جھیل اولر میں زینہ لنک اور اس کے

اندر تعمیر کئے گئے محل اور مسجد سے متعلق ایک مضمون حکومت جموں وکشمیر کے محکمہ اطلاعات کے ماہوار انگریزی رسالہ "کشمیر ٹوڈے" بابت ماہ جولائی ۱۹۶۰ء میں شایع ہوا ہے۔

۷۔ کشمیر میں اہل السنت والجماعت کے جو چھ مسلمہ سلسلے اب بھی موجود ہیں، وہ یہ ہیں:۔

(۱) سلسلہ قادریہ
(۲) سلسلہ سہروردیہ
(۳) سلسلہ کبرویہ
(۴) سلسلہ نقشبندیہ
(۵) سلسلہ ریشیاں
(۶) سلسلہ چشتیہ

البتہ سلسلہ چشتیہ کے اتنے پیرو نہیں جتنے کہ دوسرے سلسلوں کے،

۸۔ کشمیر میں شیعہ اور سُنی تفرقہ پہلے سے چلا آرہا ہے اگرچہ اب یہ تفرقہ بہت حد تک مٹ چکا ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق کشمیر میں سُنی فرقہ اور شیعہ فرقہ کے افراد کی کل تعداد علی الترتیب ۲۸۲۱۲۴۷ اور ۲۸۰۰۰۰ تھی۔ گلگت، ہونزہ، نگر وغیرہ سرحدی علاقوں میں علی الٰہی اور اسماعلیہ (آغاخانی) فرقوں کے شیعوں کی تعداد اس میں شامل نہیں۔ ۱۹۵۱ء میں کوئی مردم شماری نہیں ہوئی۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے فرقہ وار اعداد و شمار ابھی تک شایع نہیں ہوئے ہیں۔ البتہ مجموعی اعداد و شمار یہ ہیں:۔

(۱) پوری ریاست (ماسوائے
مقبوضہ پاکستانی اور چینی علاقے) = ۳۵,۸۳,۵۸۵ نفوس
(۲) صوبہ کشمیر بشمول ضلع لداخ = ۱۹,۷۱,۸۶۶ "
(۳) صوبہ جموں = ۱۶,۱۱,۷۱۹ "
(۴) صرف ضلع لداخ = ۸۸,۰۰۴ "

ع۹ جیساکہ اوپر ذکر آیا ہے امیر تیمور گورگانی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے سیاسی اغراض کے پیش نظر اور سادات کے بڑھتے ہوئے رسوخ کو ختم کرنے کے لئے ایران کے اس اہم طبقہ خاندان کو ہی نیست و نابود کرنے کی ٹھان لی تھی۔ مگر ان کی ایک بڑی اکثریت بھاگ کر وارد کشمیر ہوئی۔ جن کی قیادت میر سید علی ہمدانی رح نے کی، مرزا اکمل الدین کامل بیگ خان بدخشی نے اسی واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

گر نہ تیمور شورش شر کردے
کے امیر ایں طرف گذر کردے

ع۱۰۔ کشمیر میں شیعہ مذہب کی تعلیم پھیلانے میں سب سے نمایاں حصہ میر شمس عراقی کا رہا ہے۔ میر شمس اور دیگر سلاطین کشمیر کے بارے میں حالات قدرے تفصیل کے ساتھ پروفیسر محب الحسن کی انگریزی کتاب KASHMIR UNDER THE SULTANS میں درج ہیں۔ جو ۱۹۵۹ء میں کلکتہ کی ایران سوسائٹی کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

ع۱۱۔ مرزا حیدر دوغلات (کاشغری) نے لداخ، وادی کشمیر

اور بلتستان پر جو یورش کی۔ اس کا مفصل حال صوفی محی الدین کی کتاب "کشیر" میں درج ہے۔ ملاحظہ ہو صفحات ۲۰۰ تا ۲۰۴ جلد اول۔

بارھواں باب

چک خاندان کی حکومت

۱۹۳ - غازی خان چک

مدت حکومت ۹ سال دو مہینے
سنہ ۹۶۲ھ، سنہ ۱۵۵۵ء، سنہ ۱۶۱۲ ب

چک خاندان کے افراد کشمیر کے قدیمی باشندے نہیں تھے۔ ان کے جدِ اعلیٰ شنکے چک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی بیرونی ملک سے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ سہہ دیو کے عہد میں کشمیر آیا تھا اور یہیں پر رہائش اختیار کی تھی اس کے نسب کے بارے میں عجیب و غریب کہانیاں درج کی گئی ہیں کہ عقل ان پر یقین نہیں کر سکتی۔ غازی خان چک، کاجی چک کا بیٹا تھا اور اپنی خوش نصیبی کے سبب تخت پر بیٹھا۔ چونکہ خود شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ لہذا شیعہ مذہب کو فروغ دینے میں ہر ممکن کوشش کی اور سنی فرقہ کے لوگوں کو بہت ستایا۔ (۱)

ملک محمد ناجی اس کا وزیر تھا غازی چک کی بیٹی سید ابراہیم خان کے نکاح میں تھی۔

مدت حکومت ۷ سال

۱۹۴۔ حسین خان چک ۹۷۱ھ، ۱۵۶۳ء، ۱۶۲۰ب

اس کے وقت میں بھی ملک محمد ناجی وزیر تھا۔ اس نے سکندرپورہ محلہ خواجہ بازار میں ایک باغ بنوایا۔ اور لچھمہ کوئل نام کی ایک نہر نکلوائی جو اس باغ میں سے گذرتی تھی۔ (ع۲) حضرت خواجہ محمود نقشبندیؒ نے اسی باغ میں ۱۰۴۲ھ ہجری میں خانقاہ فیض پناہ نقشبندیہ تعمیر کرائی جو کہ اس وقت تک موجود ہے۔ حسین خان چک محلہ کمانگر پورہ میں دفن ہے۔

مدت حکومت ۹ سال

۱۹۵۔ علی خان برادر حسین خان ۹۷۸ھ، ۱۵۷۰ء، ۱۶۲۷ب

سُنی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے سید ابراہیم کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ ۹۸۴ھ ہجری میں ایک سیلاب آیا جس کی وجہ سے اکثر عمارتیں گر گئیں۔ ۹۸۱ھ میں قحط رونما ہوا۔ یہاں تک کہ لوگ مردہ جانوروں کا گوشت کھانے پر مجبور ہوئے (ع۳)

مدت حکومت آٹھ سال ۲ مہینے

۱۹۶۔ یوسف خان چک ۹۸۷ھ، ۱۵۷۸ء، ۱۶۳۵ب

سنی تھے مگر عیاش تھے۔ فتحکدل سے لے کر ڈلحسن یار تک ایک باغ تعمیر کروایا۔ اور شیر گدھی کے مقام پر کٹہ کویل کے نام سے ایک نہر تعمیر کروائی۔ حبہ خاتون جس کا نام کشمیریوں کی نوکِ زبان پر موجود ہے۔ اس کی محبوبہ تھی (ع۴)

۱۹۷۔ سید مبارک خان بیہقی

مدت حکومت ۶ مہینے اور ۲ دن
۹۸۸ھ، ۱۵۷۹ء، ۱۶۳۶ب

اکثر "شیعہ بدعتوں" کو دور کیا لیکن ابھی چھ مہینے بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ اسے اپنی برطرفی کا پروانہ پڑھنا پڑا۔

۱۹۸۔ لوہر خان

مدت حکومت ایک سال ایک ماہ
۹۸۸ھ، ۱۵۷۹ء، ۱۶۳۶ب

حسین خان کا برادر زادہ تھا، اسے لوہر منڈ بھی کہتے ہیں۔ رعایا پرور تھا۔ اس کے عہد میں اجناس خوردنی کی ارزانی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی حکومت کے تحت لوگوں کو ایک خروار شالی چاندی کے ایک فلوسہ اور پانچ پاؤ وزنی ایک روٹی ایک پشیز کے عوض ملتی تھی۔

۱۹۹۔ یوسف خان (دوسری مرتبہ)

مدت حکومت چار سال
۹۸۹ھ، ۱۵۸۰ء، ۱۶۳۷ب

محمد بٹ کو اپنا وزیر بنایا۔ بڑھاپے میں وہ پاگل بن گیا۔

۹۹۳ھ ہجری میں دارہ پورہ کے نزدیک قدم رسول ؐ ظاہر ہوا۔ جو کہ اس وقت بھی مقبرہ بابا ہردے ریشی میں موجود ہے (ع۵)

۲۰۰۔ یعقوب خان

مدت حکومت ایک سال دو مہینے
۹۹۳ھ، ۱۵۸۴ء، ۱۶۴۱ب

یوسف خان چک کا بیٹا تھا۔ لیکن شیعہ تھا۔ شیعہ فرقہ کو آگے بڑھانے میں تمام تر کوششیں صرف کیں۔ علی ڈار کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اسی کے عہد حکومت میں میر شمس عراقی کے بیٹے میر دانیال کی موت کا بدلہ چکانے کیلئے قاضی موسیٰ کو ۹۹۳ھ ہجری میں قتل کیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے فوراً بعد یعقوب خان کے گھر میں محرقہ کی بیماری پھیلی۔ جس کے نتیجے میں علی ڈار کی بیوی تین اور عورتوں کے سمیت مر گئی۔

[نوٹ :- یوسف شاہ چک اور اس کے بیٹے یعقوب شاہ کے آخری ایام کے بارے میں مورخین نے مختلف حالات بیان کئے ہیں۔ اس سلسلے میں مترجم کا لکھا ہوا ایک مضمون انگریزی روزنامہ کشمیر پوسٹ بابت ستمبر ۱۹۶۰ء میں شایع ہوا۔ اس مضمون کی موٹی موٹی باتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

(۱) بیان کیا جاتا ہے کہ کشمیر کے آخری تاجدار یعقوب شاہ کی آخری قیامگاہ کشتواڑ شہر کے باہر چوگان کے متصل سرکوٹ تالاب کے نزدیک واقع ہے۔ یہ دعویٰ صوفی محی الدین کی کتاب "کشیر" صفحہ ۳۷-۲۳۶ میں کیا گیا ہے۔ مگر پروفیسر محب الحسن کی کتاب "کشمیر انڈر دی سلطانز" میں پٹنہ یونیورسٹی کے پروفیسر حسن عسکری کے حوالے سے یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ پٹنہ ضلع کے شمال مشرق میں بسواک کے گاؤں میں زمین کے ایک اونچے ٹیلے پر ایک مزار ہے۔ جہاں پر دو قبریں ہیں، جو اغلباً یوسف شاہ اور اس کے بیٹے یعقوب شاہ کی ہیں۔ بسواک کے متصل ایک گاؤں ہے۔ جسے اب تک کشمیری چک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

(۲) مغل بادشاہ اکبر کی فوجوں کا آخر دم تک یعقوب شاہ نے مقابلہ کیا۔ یوسف شاہ نے ہار مان لی اور مغلوں کے نمایندہ راجہ بھگوانداس کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا۔ مگر جلد ہی اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مغلوں نے یوسف شاہ کو قید کر لیا۔ اور کشمیر سے نکال کر بہار میں نظر بند کر دیا۔

توضیحی نوٹ بارھواں باب

ع۱۔ چک خاندان سے کشمیر میں شیعہ سنی فسادات کا ایک خطرناک دور شروع ہوتا ہے۔ جس کے اثرات زمانۂ حال تک پائے جاتے ہیں۔ یہ گویا ایک شیطانی چکر تھا۔ جو کبھی رُکنے میں نہیں آتا تھا لیکن خوش قسمتی سے گزشتہ چند برسوں سے یہ چکر رُک گیا ہے بلکہ اب تو شیعہ اور سنی خاندانوں کے درمیان شادی کے اکثر رشتے بھی طے ہو چکے ہیں۔ البتہ بعض دیہات میں ابھی تک توہمات اور شکوک سے کام لیا جاتا ہے۔

ع۲۔ یہ باغ اور یہ نہر دونوں نابود ہو گئی ہیں۔ البتہ خانقاہ نقشبندیہ کے سامنے شہدائے کشمیر کی یادگار میں ایک نیا باغیچہ تعمیر ہوا ہے جہاں ہر سال ۱۳ر جولائی کو ان شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے کشمیر کی آزادی کے لئے اپنی جانیں نچھاور کیں۔

ع۳۔ یوں تو کشمیر میں قدیم حکمرانوں کے زمانے میں بھی قحط، سیلاب اور آتش زدگی کی وارداتیں رونما ہوتی رہی ہیں۔ لیکن چک خاندان، پٹھان حکمرانوں، سکھ راجوں اور ڈوگرہ خاندان کے تحت یہ وارداتیں ہر دو یا چار برس کے بعد رونما ہوتی رہیں جس کی وجہ سے کشمیری محض "ہڈیوں کا ڈھانچہ" بن کر رہ گئے تھے۔

ع۴ ۔ حبہ خاتون شاعرہ کے کلام اور حالات زندگی سے متعلق ایک کتابچہ حال ہی میں جموں وکشمیر کی اکاڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر کی طرف سے شایع ہوئی ہے۔ اکادمی نے دیگر کشمیری شعرار مثلاً رسول میر، وہاب کھار، پرمانند وغیرہ کے متعلق بھی کتابچے شایع کئے ہیں۔

ع۵ ۔ بابا ہردے ریشی کا مزار اسلام آباد اننت ناگ، میں ہے اور عام طور سے ریشی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اس بزرگ ریشی کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کشمیر خصوصاً شمالی کشمیر کے باشندے فصلی سال کے چیتر مہینے میں سات روز تک، گوشت بالکل نہیں کھاتے۔

چند ایک مشہور ریشیوں کے نام یہ ہیں :-

(۱) زُمہ ریشی (۲) صبور ریشی

(۳) سلیمان ریشی (۴) حسین ریشی

سلسلۂ ریشیاں کے بانی حضرت شیخ نورالدین ولی رح کے چار خلیفے تھے جن کے نام یہ ہیں :-

(۱) بابا بام الدین (۲) بابا زین الدین

(۳) بابا لطیف الدین (۴) بابا نصر الدین

ریشیان کشمیر کے مفصل حالات تاریخ حسن حصہ سوئم میں درج ہیں۔

تیرھواں باب

سلطنتِ شاہانِ چغتہ
(مغل بادشاہوں کا دور)

۲۰۱۔ ظہیر الدین بابر شاہ*

مدت حکومت ۳۷ سال ۷ ماہ ۱۱ یوم
سنہ ۸۹۰ھ / سنہ ۱۴۸۵ء

سنہ ۸۸۸ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ اور گیارہ برس کی عمر میں بادشاہ بن گیا۔ امیر تیمور گورگانی کی اولاد میں سے تھا۔ اور ۴۹ سال کی عمر میں سنہ ۹۳۷ھ میں رحلت کر گیا۔

۲۰۲۔ نصیر الدین ہمایوں شاہ

مدت حکومت ۲۵ سال ۱۰ ماہ ۵ یوم
سنہ ۹۳۰ھ ہجری

---

* چغتائیہ یعنی مغل سلطنت کے دور میں دہلی کے حکمرانوں کے نام خط کشیدہ لکھے گئے ہیں۔ ناظموں یعنی مغل بادشاہوں کی جانب سے مقرر کردہ صوبیداروں کے نام خط کشیدہ نہیں دکھائے گئے ہیں یہی طریقہ دُرانی یعنی افغان حکمرانوں، سکھ اور ڈوگرہ مہاراجوں اور ان کے گورنروں کے بارے میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ (مترجم)

چوبیس سال کی عمر میں اسے تاج شاہی پہنایا گیا۔ حنفی تھا۔ لیکن عیاش بھی تھا۔ خدا کا نام بغیر وضو کئے زبان پر نہ لاتا تھا۔ اکادن برس کی عمر میں ۱۱ ربیع الاول ۹۶۲ھ ہجری کو کھیلتے ہوئے گر کر مر گیا۔

مدت حکومت ۵۲ سال

۲۰۳۔ جلال الدین اکبر شاہ

۹۶۳ھ ہجری۔ ۱۵۵۵ء عیسوی

چودہ سال کی چھوٹی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد حکومت میں خطۂ کشمیر سلطنت مغلیہ کی عملداری میں آگیا۔ اکبر بادشاہ کے کشمیر پر قبضہ ہونے کا واقعہ ایک اہم تاریخی واقعہ ہے (۱ء) کیونکہ یہیں سے کشمیر پر مغلیہ حکومت کا آغاز ہوا ؎

فتاح ازل ز لطف بے اندازہ انداخت بشہر ز مقدمت آدازہ
شد باغ امید زیں بشارت خرم شد کشت امید زیں رسیدن تازہ

سیاسی لحاظ سے کشمیر پہ مغل تسلط کی تعبیر خواہ جن الفاظ میں کی جائے۔ لیکن ایک فائدہ یہ ضرور ہوا۔ کہ کشمیر کو بہت دنوں کے بعد امن و سکون حاصل ہوا۔ اور معاشی بحران سے نجات ملی۔ اکبر شاہ کے عہد میں کشمیر میں حکومت کو جو آمدنی ہوتی تھی وہ تیس لاکھ ۶۳ ہزار پچاس خروار اور ۱۱ ترک شالی کے برابر تھی۔ جہانگیر شاہ کے عہد میں آصف جاہ خان کے وقت یہی آمدنی تیس لاکھ ۷۹ ہزار اور ۳۴ خروار تک پہنچ گئی۔ جس میں جاگیروں کی آمدنی اور سپاہیوں کی تنخواہ شامل نہ تھی۔ اس وقت کی بندوبست کے مطابق کشمیر کی آبادی ۱۹ لاکھ ۳۴ ہزار ۳۰۲ نفوس تھی۔ جس میں بومی سپاہی اور حکومت مغلیہ کے سپاہی وغیرہ بھی شامل تھے۔ اس کے بعد کے واقعات میں کشمیر کی

آبادی روز بروز گھٹتی گئی۔

مغل بادشاہوں کے وقت میں کشمیر کا انتظام حکومتِ مغلیہ کے نمایندوں (صوبیداروں یا گورنروں) کے ذریعہ چلایا جاتا تھا۔

مدت حکومت ۱۱ ماہ ۱۰ روز

۲۰۴۔ قاسم خان میر بحر ۹۹۴ھ، ۱۵۸۵ء، ۱۶۴۲ب

۹۹۴ ہجری میں ایک بار پھر شیعوں کو لوٹا مارا گیا، خانقاہ میر شمس عراقی کو پھر جلا ڈالا گیا۔ اور جڈی بل کو آگ لگا دی گئی۔

مدت حکومت ۲ سال ۶ ماہ ۷ روز

۲۰۵۔ سید یوسف خان رضوی ۹۹۵ھ، ۱۵۸۶ء، ۱۶۴۳ب

۹۹۶ ہجری میں اکبر بادشاہ پہلی بار وارد کشمیر ہوا۔ ۲۵ رجب کی تاریخ کو وہ سری نگر پہنچا۔ اور حسین خان چک کے بنائے ہوئے باغ میں قیام کیا۔ ۹۹۷ ہجری میں اکبر بادشاہ دوسری مرتبہ کشمیر آیا۔ اور فصیل قلعہ تعمیر کرانے کا حکم دے دیا۔

مدت حکومت ۱۵ سال

۲۰۶۔ محمد قلیچ خان ۹۹۷ ہجری، ۱۵۵۸ عیسوی، ۱۶۴۵ بکرمی

چکوں اور مفسدوں کو ختم کیا۔ قلعہ ناگر نگر (دع۲) میں مصروف رہا۔ ۱۰۰۱ ہجری میں بادشاہ اکبر ایک بار پھر وارد کشمیر ہوا (دع۳)

۳ سال ۸ ماہ

۲۰۷۔ میرزا علی اکبر ۱۰۱۲ھ، ۱۶۰۳ء، ۱۶۹۰ب

۱۰۱۳ھ میں قحط پڑ گیا۔ ۱۳ جمید الثانی ۱۰۱۴ ہجری کو اکبر بادشاہ رحلت کر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا جہانگیر بادشاہ بن گیا۔

مدت حکومت ۲۳ سال

۲۰۸۔ نورالدین جہانگیر شاہ ۱۰۱۴ھ، ۱۶۰۵ء، ۱۶۶۲ب

جہانگیر شاہ کو کشمیر کے ساتھ گہرا انس اور لگاؤ تھا۔ ۱۰۲۹ ہجری میں اس نے سری نگر کا شالیمار باغ تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی بیگم نورجہاں کی تجویز پر شالمار کی نہر، نالہ بل کی نہر اور بحر آرا (موجودہ بہرار) کا باغ اور نئی مسجد (جسے بعد میں شاہی مسجد یا پتھر مسجد کے نام سے بھی کہلایا جانے لگا) وغیرہ تعمیرات بنوائیں۔ حضرت بل کے نزدیک دولت آباد کا باغ بھی جہانگیر شاہ کا بنوایا ہے۔ اس کی بیوی نورجہاں خواجہ غیاث کی بیٹی تھی۔ اور وہ مہرالنساء کے نام سے مشہور تھی۔ نورجہاں نے عطریات و زیورات وغیرہ کے نئے نئے طریقے دریافت کئے۔ آصف جاہ خان جہانگیر کی بیگم کا بھائی تھا۔ جہانگیر کی وفات کی تاریخ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ ہجری ہے، جب کہ اس کی عمر ۵۹ سال تھی۔ لاہور میں دفن ہے۔ (ع ۴)

مدت ۴ سال

۲۰۹۔ نواب قلیچ خان ۱۰۱۵ھ، ۱۶۰۶ء، ۱۶۶۳ب

سنی فرقہ کے لوگوں سے نیک برتاؤ مگر شیعہ فرقہ سے سخت برتاؤ کرتا تھا۔

مدت تین سال

۲۱۰۔ ہاشم خان ۱۰۱۹ھ، ۱۶۱۰ء، ۱۶۶۷ب

کہتے ہیں کہ گنوار قسم کا شخص تھا۔ اور نیک صفتوں سے بالکل عاری تھا۔

مدت دو سال
۲۱۱۔ صفدر خان سنہ ۱۰۲۲ ہجری، سنہ ۱۶۱۳ء، سنہ ۱۶۷۰ ب
عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے میں کوشاں رہا۔

مدت تین سال
۲۱۲۔ احمد بیگ خان سنہ ۱۰۲۴ھ، سنہ ۱۶۱۵ء، سنہ ۱۶۷۲ ب
سنہ ۱۰۲۴ ہجری میں چالیس دن تک وبا پھیلی رہی۔ سنہ ۱۰۲۶ھ میں پانپور کے مقام پر ایک عورت کے بطن سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جن کی پیٹھ ملی ہوئی تھی اور جن کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ لوگوں کو یہ نرالا واقعہ دیکھ کر اچنبھا ہوا۔

مدت دو سال
۲۱۳۔ دلاور خان سنہ ۱۰۲۷ھ، سنہ ۱۶۱۸ء سنہ ۱۶۷۵ ب
برارہ نمبل کے نزدیک باغ دلاور اسی کی یادگار میں سے ہے۔ (ع۵) سنہ ۱۰۲۹ ہجری میں جہانگیر بادشاہ کشمیر آیا۔ اور چھ مہینے تک اسی جگہ قیام کیا۔ اسی سال صراف کدل سے لے کر راجوری کدل تک آگ لگی اور گیارہ ہزار گھر خاکستر ہوئے۔ بادشاہ بھی اس موقعہ پر جائے واردات پر گیا۔ جہانگیر شاہ نے سری نگر کی جامع مسجد کو جو دوسری مرتبہ جل گئی تھی۔ نئے سرے سے تعمیر کروانے میں کوشش کی۔

مدت دو سال
۲۱۴۔ ارادت خان سنہ ۱۰۲۹ھ، سنہ ۱۶۲۰ء، سنہ ۱۶۷۷ ب
سنہ ۱۰۳۰ ہجری میں ناؤپورہ (ع۶) میں ایک عالیشان باغ بنوایا۔

مدت ۱۱ سال

۲۱۵۔ اعتقاد خان
۱۰۳۲ھ ، ۱۶۲۲ء ، ۱۶۲۹ء تب

کہتے ہیں کہ اس نے بعض بدعتوں کو جنم دیا۔ اور چکوں کو نئے سرے سے بسانے کی کوشش کی۔ اسی کی نظامت کے دوران باغ فرح بخش درجۂ اول شالمار مکمل ہوا۔ ۱۰۳۳ھ ہجری میں جہانگیر بادشاہ ایک مرتبہ پھر کشمیر آیا۔ اور اب کی بار چار مہینے یہاں پر قیام پذیر رہا۔ ۱۰۳۵ھ ہجری میں دوبارہ وارد کشمیر ہو کر چھ مہینے یہاں قیام کیا۔ ۱۰۳۶ھ میں آخری بار کشمیر آیا۔ کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد واپس چلا گیا۔ لیکن راجوری پہنچنے پر ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ ہجری کو رحلت کی۔ شاہدرہ میں دفنایا گیا۔ تاریخ وفات یہ ہے ؎

و شدہ جہاں روضۂ او

مدت حکومت ۲۰ سال ۲ ماہ ۱۹ یوم

۲۱۶۔ شہاب الدین شاہجہاں
۱۰۳۷ھ ہجری

جہانگیر بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا شہاب الدین شاہ جہاں مغلیہ تخت پر بیٹھا۔ اس کی بیوی تاج بیگم تھی جو آصف جاہ کی لڑکی تھی۔ کشمیر میں شاہ جہاں نے پانپور کے مقام پر دریائے جہلم پر ایک پل تعمیر کرایا۔ شادی پور میں چنار باغ ، الٰہی باغ اس نے بنوایا۔ اس کے علاوہ پانپور ، اونتی پورہ ، بیجبہاڑہ ، شاہ آباد کے باغات اور سری نگر میں نسیم باغ اس کے بنوائے ہوئے ہیں۔ بیس برس تک حکومت کرنے کے بعد اپنے ہی بیٹے عالمگیر بادشاہ کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ ۶۷ سال کی عمر میں ۱۰۷۵ھ میں وفات پائی۔

باغ صادق آباد جسے اب حضرت بل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی کے عہد حکومت میں اس کے امراء میں سے ایک صادق خان نے بنوایا تھا۔ اس مقام پر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلعم کا موئے مبارک موجود ہے (ع۔ک)

۲۱۷۔ ظفر خان احسن

مدت ۷ سال ۲ ماہ
سنہ ۱۰۴۳ ہجری

اس نے جو باغ بنوائے۔ ان کے نام یہ ہیں:-
ظفر آباد۔ باغ گلشن۔ باغ عنایت

سنہ ۱۰۵۸ ہجری میں ایک بار پھر شیعوں کا قتل و غارت ہوا۔ ظفر خان کی نظامت کے دوران درجۂ دوم شالمار (جو فیض بخش باغ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔) سنہ ۱۰۴۱ ہجری میں تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح ہوئی شالمار (شالمار نہر) بھی ظفر خان نے نکلوائی ہے۔

۲۱۸۔ شاہزادہ مراد بخش

مدت ایک سال
سنہ ۱۰۵۱ھ، ۱۶۴۱ء، سنہ ۱۶۹۸ ب

چار چنار باغ اسی کا لگایا ہوا ہے۔ شاہ آباد کے ملکوں کی ایک لڑکی عقد نکاح میں لائی۔ جس کے سبب وہ شاہی خاندان کے نزدیک آگئے۔

۲۱۹۔ علی مردان خان

مدت ایک سال
سنہ ۱۰۵۲ھ، سنہ ۱۶۴۲ء، سنہ ۱۶۹۹ ب

اہل ثروت، و دولت میں سے تھا۔ کہتے ہیں کہ قندہار ہی

کیکاؤسی خزانہ کا ایک حصہ ملا تھا۔ جس میں سنگ فارس (ع۵)
بھی شامل تھا۔

مدت ۲ سال
۲۲۰۔ ظفر خان احسن (دوسری مرتبہ) ۱۰۵۷ھ، ۱۶۴۷ء، ۱۷۰۴ب

۱۰۵۷ ہجری میں قحط پڑا۔ اور تربیت خان کی بد انتظامی کے
باعث اسے مغل دربار سے معزولی کا پروانہ ملا۔

مدت ڈیڑھ سال
۲۲۲۔ حسن بیگ خان ۱۰۵۹ ہجری۔

عادل تھا۔ ۱۰۶۱ ہجری میں شاہجہاں ایک مرتبہ پھر کشمیر
آیا۔ اور پانچ چھ مہینے تک یہاں پر قیام کیا۔

مدت ۷ سال
۲۲۳۔ علی مردان خان (دوسری مرتبہ) ۱۰۶۱ ہجری

۱۰۶۴ ہجری میں اس نے باغ علی مردان خان بنوایا، یہ باغ تیل بل
کے اوپر واقع تھا۔ اسی کے عہد نظامت میں دریائے وتھ (جہلم)
میں پانی منجمد ہو گیا۔ اس کی یادگار جگہوں میں یہ مقامات مشہور ہیں۔
ہفت سرائے، سرائے خام پور، اور متعدد باغات بھی اس کے
بنائے ہوئے ہیں۔ غلہ کی گرانی کے سبب لوگوں میں بے چینی پھیلی اور
انہوں نے متحرک ہو کر علی مردان خان کے پیش کار پنڈت مہادیو
کے مکان کو آگ لگا دی۔ کیونکہ لوگوں کو شک تھا کہ مہادیو پنڈت
غلہ داری اور ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔

۲ سال
۲۲۴۔ لشکر خان ۱۰۶۸ھ، ۱۶۵۷ء، ۱۷۱۵ب

اس کی حکومت میں غلہ بہت ارزاں ہو گیا۔ اس قدر سستا کہ ایک مرغ کے عوض ایک خروار شالی بکتی تھی۔ اس کے وقت میں دریائے جہلم کا پانی اس قدر منجمد ہو گیا۔ کہ گھوڑے پانی کی منجمد سطح پر سے بآسانی گذر سکتے تھے۔

۲۲۵۔ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر شاہ غازی

مدت حکومت ۵۰ سال۔ ۱۰۶۸ھ، ۱۶۵۸ء، ۱۷۱۵ب

شاہجہاں کی زندگی میں ہی اس کا بیٹا اورنگ زیب تخت نشین ہوا۔ حنفی تھا اور شرع کا سخت پابند تھا۔ کشمیر میں تقریباً پانچ سو مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اس کے علاوہ نوکہ کھون میں باغ اورنگ آباد تعمیر کرایا۔ ۹۱ سال کی عمر میں ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ میں وفات پائی۔

نوٹ:۔ مغل شاہزادہ دارا شکوہ نے بھی کشمیر میں کئی باغ اور عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان میں چند ایک مشہور یہ ہیں:۔ (۱) باغ جہان آرا۔ جسے اب تکیہ لال شاہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ (۲) باغ شاہ آباد۔ جسے اب تمنہ ٹلی کے نام سے پکارتے ہیں۔ (۳) باغ پری محل اس کا دوسرا نام کُتلنہ ہے (۴) دارا محل۔ جو کوہ ماران (ہری پربت) کے جنوبی سمت میں پہاڑی کے دامن میں متصل مسجد ملا شاہ صاحب واقع ہے۔

تین سال

۲۲۶۔اعتماد خان ۱۰۷۰ھ، ۱۶۶۰ء، ۱۰۷۳ھ ب

اس نے اپنی حفاظت کیلئے کوئی پہرے دار مقرر نہیں کیا تھا، اس نے بھی باغ ارادت خان کے قریب ہی ایک باغ بنوایا۔

ایک سال چھ مہینے

۲۲۷۔ابراہیم خان۔ ۱۰۷۳ھ ہجری۔

اس کے عہد نظامت میں شیعوں کو پھر سے قوت حاصل ہونے لگی۔ جس نے بادشاہ نے اسے معزول کردیا۔

۲۲۸۔اسلام خان ۱۰۷۲ھ، ۱۶۶۱ء، ۱۰۲۱ھ ب

اس نے عالی مسجد کو وسعت دی۔ اور اسلام آباد کا شہر بنایا۔ ۱۰۷۶ھ ہجری میں عالمگیر بادشاہ (اورنگ زیب) کشمیر آیا۔ اور تین ماہ تک قیام کیا (دیکھئے) ایک دن بادشاہ باغ شالمار کے دربار دیم جسے فیض بخش کے نام سے پکارتے تھے میں بیٹھا تھا کہ اچانک اس کی طبیعت بے چین ہوگئی۔ اور وہ زعفران کا شگوفہ دیکھے بغیر براہِ راست واپس دہلی چلا گیا۔ حالانکہ قاعدہ یہ تھا کہ

زعفرانے دیدہ باید راہ ہندوستان گرفت

ظفر خان بھی بادشاہ کے ہمراہ چلا گیا۔ سلسلہ درگین وجھیل ڈل پر درگجن کے مقام پر بند، قاضی زادہ ابوالقاسم کا بنوایا ہوا ہے

تین سال

۲۲۹۔ سیف خان ۱۰۷۵ ہجری

تربیت خان کا بیٹا تھا۔ اور تمام امورِ حکومت پر حاوی تھا
موضع جبک (متصل حضرت بل) میں باغ سیف آباد اسی کا
یادگاریں سے ہے۔ اس نے خواجہ یارہ بل سے عیش آباد تک
ایک سد یعنی ستھو (یا بنڈ) بنوایا۔ تبت (لداخ) میں بھی اس
نے ایک مسجد تعمیر کرائی (دعا) ۱۰۷۷ ہجری میں دریائے جہلم
میں پانی منجمد ہو گیا۔

ایک سال ایک ماہ

۲۳۰۔ مبارز خان ۱۰۷۸ھ، ۱۶۲۸ء، ۱۷۲۵ ب

سید اور صالح تھا۔ نیک اطوار کا مالک تھا۔ ننگے پاؤں
اور منہ چھپائے جامع مسجد میں نماز پڑھنے آتا تھا۔

تین سال

۲۳۱۔ سیف خان (دوسری مرتبہ) ۱۰۷۹ ہجری

۱۰۸۰ ہجری میں زلزلہ آیا۔ پورے ایک دن تک زمین
ہلتی رہی۔ ۱۰۲۰ ہجری میں اس نے سیفا کدل (صفا کدل)
تعمیر کرایا۔

چار سال

۲۳۲۔ افتخار خان ۱۰۸۲ ہجری، ۱۶۷۲ء، ۱۷۲۹ ب

۱۰۸۶ ہجری میں کادہ ڈارہ کی آگ رونما ہوئی۔ جس میں
بارہ ہزار مکان جل کر راکھ ہو گئے۔ اس واردات میں بھی جامع مسجد

جل گئی ۔ اور عالمگیر شاہ (اورنگ زیب) نے چوتھی مرتبہ جامع مسجد کی نئے سرے سے تعمیر کرائی۔ ۱۰۸۰ھ ہجری میں موئے مبارک نبوی صلعم جو اس وقت کلاشپورہ سری نگر میں محفوظ ہے۔ کشمیر میں وارد ہوا۔ ۱۱۳۹ھ ہجری سے معراج شریف کے مبارک دن پر اس کی نشاندہی میر عبداللطیف دوارکی کے ہاتھوں سے شروع ہوئی۔ موئی مبارک کلاشپورہ خواجہ فیروز العشائی نے کشمیر لایا۔ ع ۱۱

تین سال

۲۲۳۔ قوام الدین خان

۱۰۸۶ھ ہجری۔

۱۰۸۰ھ ہجری میں عیدگاہ کے متصل بتہ پورہ میں ایک باغ بنوایا۔ مجرموں کے سر پر لکڑی کی ٹوپی بندھوانے کی رسم اسی نے شروع کی۔

۸ سال

۲۳۴۔ ابراہیم خان (دوسری مرتبہ)

۱۰۸۹ھ ہجری۔

۱۰۸۹ھ ہجری میں سیلاب آیا۔ اس کے بعد ۱۰۹۴ھ ہجری میں زلزلہ آیا۔ اور ساتھ ہی سیلاب بھی۔ لوگوں کے مکان پانی میں اس طرح سے تیرتے دکھائی دئیے۔ کہ گویا کشتیاں ہیں!

۱۰۹۵ھ ہجری میں دریائے جہلم کا پانی شدت کی سردی کے سبب منجمد ہو گیا۔ ۱۰۹۶ھ میں شیعوں کو مارا پیٹا گیا۔ عبدالشکور اور اس کے بیٹے صادق اکو جو سابق تھے۔ اور بابا قاسم کو اور اس کے شیعہ پیروؤں کو قتل کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد ابراہیم خان معزول ہو گیا۔

۱۰۸۳ھ ہجری میں موئی مبارک نبوی ؐ اور دوسرے تبرکات

شیخ رجب اندرواری نے کشمیر لائے۔ جو اندرواری ہیں محفوظ رکھے گئے ۱۲
شیخ رجب کی وفات کے بعد ان تبرکات کو دکھایا جانے لگا۔ (اس
کتاب کا مولف بھی ان تبرکات کی زیارت سے مشرف ہوا ہے)
محلہ ڈانگر پورہ میں جو موئے مبارک ہے۔ وہ بھی عالمگیر بادشاہ یعنی
اورنگ زیب کے وقت میں کشمیر پہنچا ہے اور اس کی نشان دہی
سردار عبداللہ خان کے وقت میں کرائی گئی۔

چار سال

۲۳۵۔ حفظ اللہ خان

سنہ ۱۰۹۷ھ، سنہ ۱۶۸۶ء، سنہ ۱۷۴۳ب

حفظ اللہ خان سعد اللہ خان کا بیٹا تھا۔ اس کے وقت میں کشمیر
میں شدید قحط پڑا۔

دو سال

۲۳۶۔ مظفر خان

سنہ ۱۱۰۱ھ

چونکہ اس کے وقت میں بدعتیں بڑھ گیئں۔ لہذا اسے معزول کیا گیا۔

۶ سال

۲۳۷۔ ابو نصر خان

سنہ ۱۱۰۳ھ

اس کے عہد میں رستم مانتو ایک شخص کو اس الزام میں کہ اس نے
صحابہ کرام کے متعلق نازیبا کلمات ادا کئے تھے۔ قتل کیا گیا۔ اور اسی
کے وقت میں میر حسین سبزداری کو شہر سے باہر نکال دیا گیا۔

تین سال چھ ماہ

۲۳۸۔ فاضل خان

سنہ ۱۱۰۹ھ، سنہ ۱۶۹۸ء، سنہ ۱۷۵۵ب

تمام بدعتوں کو معاف کیا۔ اس نے حسن آباد میں ایک

خانقاہ اور ایک سرائے بنوائی۔ اور سات سو چنار کے درخت لگوائے۔ جوگی لنگر کی خانقاہ اور نو مسجد (پتھر مسجد یا شاہی مسجد) کے قریب مدرسہ اور حمام تعمیر کرایا۔

یہاں یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ فاضل خان کے عہد میں ہی ۱۱۱۱ھ ہجری میں خواجہ نورالدین ایشہ بری نے موئی مبارک نبوی ﷺ کشمیر میں لایا۔ جو آج حضرت بل کی درگاہ آثار شریف میں موجود ہے۔ اس زمانے میں حضرت بل کو باغ صادق خان کے نام سے پکارتے تھے۔ صادق خان شاہجہان کے امرائیں سے ایک تھا۔ سنہ مذکور یعنی ۱۱۱۱ھ ہجری میں ہی شیخ محمد چشتی رح کے ہاتھوں لوگوں نے اس موئے مبارک کی زیارت کی سے

کشمیر مدینہ لشد از موی نبی

یہی اس موئے مبارک کی کشمیر میں تشریف آوری کی تاریخ نکلی ہے۔ شیخ محمد چشتی رح کی وفات کے بعد کسی شخص کو موئی مبارک کی نشان دہی کی جرأت نہ ہوئی۔ بعد میں محمد بلاقی بانڈے کے وارثوں کے ہاتھوں اس کی نشان دہی ہوتی رہی۔

۲۳۹۔ ابراہیم خان (تیسری مرتبہ) ۵ سال اور کچھ مہینے ۱۱۱۳ھ ہجری

اس مرتبہ شیعہ اور سنی ایک ہی جسم کی دو آنکھوں کے مانند ہے اور عدل و احسان کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔

۲۴۰۔ نوازش خان رومی ایک سال ۱۱۱۷ھ ہجری

اس کے عہد نظامت میں عالمگیر بادشاہ (اورنگ زیب) کی موت ۲۸ ذی قعدہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری کو واقع ہوگئی۔

مدت حکومت ۵ سال ۸ روز

۲۴۱۔ قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر

سنہ ۱۱۱۹ ہجری، سنہ ۱۷۰۷ عیسوی، سنہ ۱۷۶۴ بکرمی۔

اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عالم شاہ دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ تخت نشینی کی تقریب اکبرآباد میں انجام پائی۔ عالم شاہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے علم حدیث یعنی حضرت محمد صلعم کے ارشادات پر عبور حاصل کیا تھا۔ ۱۷ سال کی عمر میں ۱۹ محرم سنہ ۱۱۲۴ ہجری کو لاہور میں وفات پائی۔

ایک سال تین مہینے

۲۴۲۔ جعفر خان

سنہ ۱۱۱۹ھ، سنہ ۱۷۰۷ء، سنہ ۱۷۶۴ ب

بٹہ مزار کے نام کا ایک جزیرہ بنوایا۔ اس نام کا ایک محلہ ابھی تک سری نگر میں موجود ہے۔

تین مہینے

۲۴۳۔ ابراہیم خان (چوتھی مرتبہ) سنہ ۱۱۲۱ھ، سنہ ۱۷۰۹ء، سنہ ۱۷۶۶ب

بہت بوڑھا بن چکا تھا۔ صرف تین مہینے تک کشمیر کا گورنر بنا۔ اس کے بعد مرگیا۔

ایک سال چھ مہینے

۲۴۴۔ نوازش خان رومی (دوسری مرتبہ) سنہ ۱۱۲۱ھ، سنہ ۱۷۰۹ء، سنہ ۱۷۶۶ب

دوسری مرتبہ اسے کشمیر کا صوبیدار بنایا گیا۔ سنہ ۱۱۲۳ ہجری میں

مراف کدل میں آگ کی واردات رونما ہوئی جو محلہ ملچھمر تک پھیل گئی۔ اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ اس آتشزدگی میں تقریباً چالیس ہزار مکان جل گئے۔ ابھی لوگ آتشزدگی کی پریشانیوں اور بدحالی سے نجات نہ پائے تھے۔ کہ سیلاب آیا۔ اور متعدد مکان بہہ گئے۔

نو مہینے
۲۴۵۔ امانت خان ۱۱۲۳ھ، ۱۷۱۱ء، ۱۷۶۸ب

عنایت اللہ خان کی جانب سے صوبہ کشمیر کا نائب صوبیدار مقرر ہوا۔ اس کے زمانے میں خلیل بیگ کو اس بناء پر قتل کیا گیا کہ اس نے پیغمبر اسلامؐ کے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی تھی۔

چھ مہینے
۲۴۶۔ مشرّف خان ۔ ۱۱۲۳ھ، ۱۷۱۱ء، ۱۷۶۸ب

امانت خان کے بعد مشرف خان نائب صوبیدار مقرر ہوا۔ لیکن اس کی وفات شاہ عالم بہادر کے عہد حکومت میں ہی واقع ہوئی

مدت حکومت نو مہینے
۲۴۷۔ معزّالدین جہاندار شاہ ۱۱۲۴ھ، ۱۷۱۲ء، ۱۷۶۹ب

مغل سلطنت کا یہ جانشین شاہزادہ فرخ سیر کے ہاتھوں ۱۱۲۵ھ ہجری میں قتل ہوا۔

نو مہینے
۲۴۸۔ عنایت اللہ خان ۱۱۲۴ھ ہجری ۱۷۱۲ء عیسوی ۱۷۶۹ب

یہ کشمیر کا پہلا صوبیدار تھا۔ جو یہاں سے حج بیت اللہ کے لیے

جہاز روانہ ہوا۔

مدت حکومت چھ سال

۲۴۹۔ معین الدین محمد فرخ سیر
سنہ ۱۱۲۵ھ ، سنہ ۱۷۱۲ء ، سنہ ۱۷۷۰ب

سنہ ۱۱۳۱ ہجری میں فرخ سیر بارہہ کے سادات کے ایک فرد سید حسن علی خان کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ قید وبند کی حالت میں اس کی آنکھیں نکال دی گئیں۔ اور ۳۴ سال کی عمر میں نوجوانی لیکن بدحالی کی حالت میں وفات پائی۔ تاریخ وفات یہ ہے:۔

"سادات بہ وے نمک حرامی کردند"

مطلب یہ کہ سیدوں نے فرخ سیر کے ساتھ نمک حرامی کا ثبوت دیا۔

۲ سال چار مہینے

۲۵۰۔ علی محمد خان
سنہ ۱۱۲۵ھ ، سنہ ۱۷۱۳ء ، سنہ ۱۷۷۰ب

سادات کی جانب سے صوبہ کشمیر کا نائب صوبیدار مقرر ہوا۔

ایک سال

۲۵۱۔ اعظم خان
سنہ ۱۱۲۷ ہجری

علی محمد خان کی طرح یہ بھی کشمیر کا نائب صوبیدار مقرر ہوا۔

ایک سال

۲۵۲۔ علی محمد خان (دوسری مرتبہ)
سنہ ۱۱۲۸ ہجری۔

ایک بار پھر نائب صوبیدار مقرر ہوا۔ اب کی بار ایک سال تک کشمیر کا انتظام چلانے کی ذمہ داری انجام دی۔

صرف ۱۷ دن۔

۲۵۳۔ احترام خان
سنہ ۱۱۲۹ ہجری

عنایت اللہ خان فریضۂ حج سے فارغ ہوکر واپس آیا اور احترام خان کو معزول کیا گیا۔

۲۵۴۔ میر احمد خان

تین سال ۱۱۲۹ ہجری

عنایت اللہ خان کی جانب سے نائب صوبیدار مقرر ہوا۔ ۱۱۳۱ھ میں دریائے جہلم کا پانی شدت کی سردی کی وجہ سے جم گیا۔ ۱۱۳۲ھ میں شیعہ فرقہ کے لوگوں اور ہندوؤں کا تاراج کیا گیا۔ خانقاہ شمس عراقی کو جلا ڈالا گیا۔

۲۵۵۔ ناصر الدین محمد بادشاہ غازی

مدت حکومت ۳۰ سال ۱۱۳۲ھ، ۱۷۲۰ء، ۱۷۷۷ب

شاہجہاں ثانی کا بیٹا تھا۔ بارہہ کے سادات کی مدد سے تختِ شاہی پر پہنچا۔ البتہ اسے ان سادات کی نمک حرامی کا حال معلوم تھا۔ اس لئے اس نے آہستہ آہستہ ان سیّدوں کو اقتدار سے محروم کر دیا۔ بالآخر ۴۷ سال کی عمر میں ۱۱۶۱ھ ہجری میں وفات پائی۔ ملا امان اللہ شہید اسی کے عہد حکومت میں شیخ الاسلام تھے۔

۲۵۶۔ عبد اللہ خان دہ بیدی

چھ مہینے ۱۱۳۲ھ، ۱۷۲۰ء، ۱۷۷۷ب

عنایت اللہ خان کی جانب سے نائب صوبیدار مقرر ہوا۔

۲۵۷۔ مومن خان

سات مہینے ۱۱۳۳ھ، ۱۷۲۰ء، ۱۷۷۷ب

خانقاہ میر شمس عراقی کو ایک بار پھر آگ لگا دی گئی۔ محتو خان کے بیٹے کو شیخ الاسلام کے منصب پر بٹھایا گیا۔ فساد اور بدنظمی کے پیش نظر عنایت اللہ خان اپنے عہدے سے مستعفی ہوا۔ اور اس کی جگہ سیف الدولہ عبد الصمد خان کو نظامت کشمیر پہ مامور کیا گیا۔

۲۵۸۔ عبد اللہ خان دہ بیدی (دوسری مرتبہ) ۱۱۳۳ھ، ۱۷۲۱ء تا ۱۷۷۸ ب، پانچ مہینے

سیف الدولہ کی جانب سے نائب صوبیدار مقرر ہوا۔

۲۵۹۔ عبد الصمد خان سیف الدولہ ۱۱۳۴ھ، ۱۷۲۲ء تا ۱۷۷۹ ب، چھ مہینے

کشمیر میں اس کے نظامت کے آغاز کی ایک طنزیہ تاریخ یہ بھی لکھی گئی ہے۔ "خر دجال آمد ز لاہور" مطلب یہ کہ لاہور سے دجال کا گدھا آگیا۔ اس کے عہد میں شیخ الاسلام کو قتل کر دیا گیا۔ باغیوں اور مغل سلطنت کی برخلافی کرنے والوں کی سرکوبی کرتے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی گئی۔ سری نگر میں صرف نائید کدل سے لے کر خواجہ بارہ بل تک پچاس آدمیوں کو ایک ہی روز ایک ہی وقت میں پھانسی کے تختوں پر لٹکایا گیا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو، اس صوبیدار نے یہ بھی حکم دیا۔ کہ ہندوؤں کے لئے ڈیڑھ سال تک کے لئے گھوڑے پر سوار ہونے یا پگڑی باندھنے کی ممانعت ہے،

۲۶۰۔ ابو البرکات خان اور عارف خان ۱۱۳۴ھ، ۱۷۲۲ء تا ۱۷۷۹ ب، چھ مہینے

یہ دونوں سیف الدولہ کی جانب سے نائب مقرر تھے۔ مگر ایکدوسرے کے ساتھ لڑتے جھگڑتے تھے۔

ایک سال
۲۶۱۔ نجیب خان ۱۱۳۵ھ، ۱۷۲۳ء، ۱۷۸۰ ب

عبدالصمد خان، جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ کے وقت میں کشمیر آیا تھا۔ لیکن مختصر مدت تک صوبیدار رہنے کے بعد اسے معزول کردیا گیا۔

ایک سال
۲۶۲۔ اعظم خان بہادر ۱۱۳۶ھ، ۱۷۲۴ء، ۱۷۸۰ ب

۱۱۳۶ ہجری میں کشمیر میں قحط رونما ہوا۔ اور چاول سونے کے بھاؤ بکنے لگے۔ شالی کی ایک خروار آٹھ روپیہ میں ملنے لگی۔ جب کشمیر کے حالات زیادہ بگڑنے لگے تو عنایت اللہ خان کو ایک بار پھر نظامت کشمیر سپرد کی گئی۔

ایک سال
۲۶۳۔ فخرالدین خان ۱۱۳۷ھ، ۱۷۲۵ء، ۱۷۸۱ ب

عنایت اللہ خان کی جانب سے نائب صوبیدار مقرر ہوا۔ ۱۱۳۷ھ میں عنایت اللہ خان کی وفات واقع ہوئی۔ اور اس کی جگہ عقیدت خان کو صوبیدار مقرر کیا گیا۔

دو سال
۲۶۴۔ ابوالبرکات خان (دوسری مرتبہ) ۱۱۳۸ھ، ۱۷۲۶ء، ۱۷۸۲ ب

عقیدت خان کی جانب سے نائب صوبیدار مقرر ہوا مگر امور حکومت میں سستی اور تغافل برتنے کے الزام پر اسے الگ کردیا گیا۔

۲۶۵۔ آغر خان۔ ایک سال ، ۱۱۴۰ھ ہجری۔
کہتے ہیں کہ آغر خان لوگوں کو بہت ستاتا تھا۔

۲۶۶۔ ابوالبرکات خان (تیسری مرتبہ) دو سال ۱۱۴۱ھ
ابوالبرکات کے عہد میں اس مرتبہ دو بڑی خانقاہیں تعمیر ہوئیں۔ ایک کوہ ماران (ہاری پربت) پر زیارت حضرت شیخ حمزہ مخدوم رح (۱۳) کے ساتھ اور دوسری نواکدل کے متصل جو بعد میں خانقاہِ سوختہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ ان دونوں خانقاہوں کے بنانے میں ابوالبرکات خان کا بڑا حصہ رہا ہے۔

۲۶۷۔ احترام خان چھ مہینے۔ ۱۱۴۴ھ ہجری
امیر خان کی جانب سے نائب صوبیدار مقرر ہوا۔ ۱۱۴۴ھ ہجری میں قحط پڑا۔ لوگوں نے دو امیروں — فضیلت خان اور محمد اشرف خان — کو غلہ داری کے الزام میں قتل کر ڈالا۔

۲۶۸۔ ابوالبرکات خان (چوتھی مرتبہ) چھ سال ۱۱۴۴ھ ہجری
اس بار چوتھی مرتبہ امیر خان کی جانب سے نائب مقرر ہوا۔ ۱۱۴۶ھ ہجری میں خانقاہ معلیٰ کو خودبخود آگ لگ گئی۔ ابوالبرکات خان نے اس کی نئے سرے سے تعمیر کے لئے کمر باندھی۔ جب خانقاہ معلیٰ دوبارہ تعمیر ہوئی تو کعبۃ البرکات اس کی تاریخ لکھی گئی۔

آتش زدگی کی اس واردات میں شہر کے تقریباً بیس ہزار مکان جل گئے تھے۔ ۱۱۴۶ھ ہجری میں ایک بار عام مسلمانوں نے شیعہ فرقہ کے لوگوں کو قتل و غارت کیا۔

۲۶۹۔ جلیل الدین خان ۱۱۵۰ھ، ۱۷۳۷ء (آٹھ مہینے)، ۱۷۹۴ب

دل دلیر خان کی جانب سے نائب مقرر ہوا۔ ۱۱۴۸ھ ہجری میں زلزلہ آیا۔ ساتھ ہی سیلاب بھی آیا۔ جس کی وجہ سے ہزاروں گھر برباد ہوگئے

۲۷۰۔ فخر الدولہ ۱۱۵۰ھ، ۱۷۳۷ء (نو مہینے)، ۱۷۹۴ب

فخر الدولہ، روشن الدولہ کا بھائی تھا۔ اسے مستقل صوبداری عطا کی گئی۔ اس کے عہد میں عام لوگوں نے محمد فاروق نامی ایک شخص کو اناج کی ذخیرہ اندوزی کے الزام میں قتل کر دیا۔

۲۷۱۔ عطیمتہ اللہ خان ۱۱۵۱ھ ہجری۔ عنایت اللہ خان کا بیٹا تھا۔ ۱۱۵۲ھ میں شہر سری نگر میں آتش زدگی کی ایک اور واردات رونما ہوئی۔ جس میں تقریباً گیارہ ہزار مکان جل کر خاکستر ہو گئے۔ خانیار میں خانقاہ چشتی اسی کی بنائی ہوئی ہے۔

توضیحی نوٹ تیرھواں باب

عہ۱۔ جلال الدین اکبر بادشاہ نے کشمیر پر ۱۵۸۶ء میں تسلط جمایا۔

عہ۲۔ ناگر نگر سے مراد وہ لمبی فصیل ہے۔ جس کی تعمیر کا کام اکبر بادشاہ کے حکم سے سید یوسف خان رضوی مشہدی صوبیدار کشمیر نے کوہ ماران کے دامن میں شروع کرایا تھا۔ کوہ ماران کے لغوی معنی " سانپوں کا پہاڑ" ہے اور سنسکرت میں ناگ سانپ کو کہتے ہیں، فصیل کی تعمیر کی نگرانی کے فرائض ایک کشمیری، میر محمد حسین کنٹھ نے انجام دیئے۔ اور یہ کام جہانگیر کے عہد میں مکمل ہوا۔

عہ۳۔ دوسری مرتبہ جب اکبر بادشاہ وارد کشمیر ہوا۔ تو اس کے ہمراہ بخشی نظام الدین احمد بھی تھا۔ جو طبقات اکبری کا مصنف ہے، اس کتاب میں کشمیر سے متعلق حالات مختصراً درج ہیں۔

عہ۴۔ جہانگیر بادشاہ طبیعتاً قدرتی مناظر کا دلدادہ تھا۔ لہذا وہ قدرتی طور پر کشمیر جنت۔ بے نظیر کا عاشق تھا۔ اپنے باپ اکبر کے ساتھ وہ دو بارہ کشمیر آیا۔ اور اپنے عہد حکومت کے دوران چھ بار آیا۔ گویا کل آٹھ مرتبہ کشمیر کی سیر کی۔ عموماً جہانگیر کی بیوی نور جہاں اس کے ساتھ آتی تھی جو خود سیر و سیاحت کی شوقین تھی۔

جہانگیر اگرچہ لاہور میں مدفون ہے۔ لیکن اس کی وفات کشمیر سے گجرات جاتے ہوئے چنگس (راجوری) کے مقام پر ہوئی۔ جہانگیر

کے عہد میں ہی کشتواڑ کو تسخیر کر لیا گیا تھا۔
۵۔ آج کل اس جھیل کو بابا ڈیمب کہتے ہیں۔ دلاور خان باغ میں آج کل سری نگر کا سرکاری ملٹی پرپز ہائی سکول قائم ہے۔
۶۔ ناؤ پورہ کے نام سے ایک محلہ جھیل ڈل کے نزدیک اب بھی سری نگر میں موجود ہے۔ مگر جس ناؤ پور کا ذکر یہاں پر آیا ہے۔ اُس سے شاید وہ باغ مراد ہے۔ جو ارادت خان نے سوپور کے جنوب میں پانچ میل کے فاصلے پر بنوایا تھا۔
۷۔ حضرت بل درگاہ آثار شریف میں موئی مبارک وغیرہ سے متعلق تفصیلی حالات ایک کتابچہ موسومہ " مدینتہ الثانی " مولفہ حسام الدین بانڈے میں درج ہیں۔
۸۔ سنگ فارس یا سنگ پارس کی خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ اس پتھر کے ساتھ جو بھی چیز ٹکرائی جائے۔ وہ سونے کی بن جاتی ہے۔
۹۔ اورنگ زیب بادشاہ صرف ایک مرتبہ کشمیر آیا۔ ۱۶۶۲ء کی گرمیوں میں وہ سخت بیمار پڑ گیا۔ اپنی صحت کی بحالی کے لئے وہ کشمیر آیا بادشاہ کے ہمراہ اس کی بیٹی روشن آرا بیگم تھی۔ جس کی داستان کو آئرلینڈ کے شاعر تھامس مور نے انگریزی نظم "لالہ رخ" میں بھی کہا ہے۔ اورنگ زیب کی ایک اور بیٹی کی شادی خواجہ نظام الدین نقشبندی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور وہ محلہ خواجہ بازار زیارت نقشبندیہ کے احاطہ میں دفن ہے۔
۱۰۔ کشمیری تاریخوں میں تبت کا ذکر عموماً آیا ہے۔ اور اس

مراد لداخ اور وہ سرحدی علاقے ہیں جو چینی تبت کے مغرب میں اور کشمیر کے مشرق میں واقع ہیں۔ تبت خورد کا ذکر بھی اکثر آیا ہے۔ اور اس سے مراد بلتستان ہے۔ لداخ کا علاقہ شاہجہاں کے عہد میں ہی مغل حکومت کے زیر نگین آچکا تھا۔ اورنگ زیب کا ارادہ تھا کہ کاشغر (چینی ترکستان) کو بھی تسخیر کر لیا جائے۔ مگر بعد میں اسے اس مہم سے باز رکھنے کی ترغیب دی گئی۔

۱۱۔ تاریخ حسن حصہ پنجم میں مقدس اسلامی آثار اور زیارتوں کا مفصل حال درج ہے۔

۱۲۔ خواجہ سلام شاہ نقشبندی مرحوم رئیس کشمیر کے اہتمام سے یہ تبرکات اندرواری کی مسجد سے منتقل کر کے زیارت خواجہ شاہ نیاز نقشبندی (خوشا صاحب) میں رکھے گئے ہیں۔ اور اسلامی بڑے دنوں پر ان تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

۱۳۔ حضرت شیخ حمزہ مخدوم رح (سلطان العارفین) کے کمالات اور حالات زندگی حضرت بابا داؤد خاکی کی مشہور نظم "ورد المریدین" میں تحریر ہیں۔ اس کتاب کا اردو نظم میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اور "تذکرۃ المرشدین" میں خواجہ میرم اسکندرپوری نے اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم کے روحانی کمالات کا حال بیان کیا ہے۔

چودہواں باب

نادر شاہ کا حملہ اور مغلیہ حکومت کا زوال

۲۷۱۔ **نادر شاہ کا حملہ** نادر شاہ ۱۱۰۱ھ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے آباء اجداد ترکی نسل کے تھے، اور افشار الوس قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ نادر شاہ نے محمد شاہ غازی کی لڑکی کو اپنے بیٹے کے عقدِ نکاح میں لایا۔ نادر شاہ کا حملہ ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا درجہ رکھتا ہے۔ بالآخر ۱۱۶۰ھ ہجری میں ۵۹ سال کی عمر میں وہ اپنی ہی قوم کے ایک فرد کے ہاتھوں رات کے وقت قتل ہوا۔ فارسی کا بیت ہے ؎

بیک گردشِ چرخِ نیلوفری — نہ نادر بجا ماند و نے نادری

چار سال

۲۷۳۔ ابوالبرکات خاں (دیا پخویں مرتبہ) ۱۱۵۵ھ تا ۱۱۶۱ھ ۱۱۹۵ھ تا

۱۱۵۵ھ میں کشمیر میں دُم دار ستارہ دکھائی دیا۔ اِسی سال فساد رونما ہوا۔ جسے ببر اللہ خان کے فساد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۱۱۵۸ھ میں ابوالبرکات خان جو پانچ مرتبہ کشمیر کا نائب صوبدار مقرر ہوا تھا۔ رحلت کر گیا۔

۲۷۴۔جان نثار خان شیر جنگ ۱۱۵۸ھ، ۱۷۴۵ء، ۱۸۰۲ب
چھ مہینے

۱۱۵۸ھ میں ببر اللہ خان نے بغاوت کر دی۔ اور پچاس محلوں کو آگ لگا دی۔ اِسی سال ببر اللہ خان قتل ہوا لیکن عام لوگوں کی زندگی میں ہیجان اور تشویش پھیلی رہی۔ جان نثار خان منصور خان کی طرف سے مامور تھا۔

۲۷۵۔افراسیاب بیگ خان ۱۱۵۸ھ، ۱۷۴۵ء، ۱۸۰۲ب
۲ سال ۷ مہینے

یہ بھی منصور خان کی جانب سے نائب مقرر ہوا۔ اس نے حضرت بل کے نزدیک ایک باغ بنوایا۔ ۱۱۵۹ھ ہجری میں ایک بار پھر قحط رونما ہوا کہتے ہیں کہ آبادی کا ایک تہائی حصہ فاقوں سے مر گیا۔ ایک تہائی حصہ تنگ آ کر بھاگ گیا۔ اور صرف ایک تہائی حصہ یہاں رہا۔ ایک روپیہ میں دو (۲) سیر چاول ملتے تھے۔ اسی سال آتش زدگی کی ایک اور واردات رونما ہوئی۔ جس کے سبب زینہ کدل میں بارہ ہزار مکان جل گئے۔ اسی سال حاجی عتیق اللہ قادری کو شہید کر دیا گیا۔ ۱۱۶۰ھ ہجری میں پھر سیلاب آیا۔ دس ہزار مکان نذر سیلاب ہو گئے۔ جہلم دریا کے پل بہہ گئے۔ اسی کی نظامت کے دوران محمد شاہ غازی کا انتقال جگر کی بیماری کے باعث ہوا۔ افراسیاب بیگ خان کو زہر دے کر مار ڈالا گیا۔ اور اسے حضرت بل کے نزدیک دفن کیا گیا

چھ سال
۲۷۶۔ مجاہد الدین احمد شاہ جنت سنہ ۱۱۶۰ھ، سنہ ۱۷۴۷ء، سنہ ۱۸۰۴ب

محمد شاہ غازی کا بیٹا تھا۔ اور صرف ۲۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

دو مہینے
۲۷۷۔ احمد علی خان سنہ ۱۱۶۵ھ، سنہ ۱۷۵۲ء، سنہ ۱۸۰۹ب

احمد علی خان افراسیاب بیگ خان کا بیٹا تھا۔ منصور خان کا نائب مقرر ہوا۔ ملک حسن ایرانی کے اُکسانے پر باغیوں نے اسے قتل کر دیا۔

دو مہینے
۲۷۸۔ ملک حسن ایرانی سنہ ۱۱۶۵ھ، سنہ ۱۷۵۲ء، سنہ ۱۸۰۹ب

ابوالمنصور خان کے معتمدوں میں شامل تھا۔

پانچ مہینے
۲۷۹۔ میر مقیم کمنٹ سنہ ۱۱۶۵ھ، سنہ ۱۷۵۲ء، سنہ ۱۸۰۹ب

میر حسین کنٹ کی اولاد میں سے تھا۔ اور آلہ قلیخان کی طرف سے نائب صوبدار مقرر ہوا۔ خواجہ ظہیر دیدہ مری مدار المہام تھا۔

تین مہینے
۲۸۰۔ ابوالقاسم خان سنہ ۱۱۶۵ھ، سنہ ۱۷۵۲ء، سنہ ۱۸۰۹ب

۲۸۱۔ مغلیہ بادشاہوں کی سلطنت کا خاتمہ

احمد شاہ جنت، جسے عالمگیر ثانی کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ کی معزولی کے بعد محمد شاہ غازی کا بھائی سنہ ۱۱۶۶ ہجری میں تخت پر بیٹھا۔ لیکن اس کے قتل کئے جانے پر شاہ عالم ثانی تخت نشین ہوا۔

۱۲۱۶ سنہ ہجری میں شاہ عالم کے قبضہ سے دہلی کا صوبہ چھین لیا گیا۔ اس کا بیٹا، اکبر شاہ تھا۔ اور اس کے بیٹے بہادر شاہ نے ۱۸۶۲ سنہ عیسوی میں رنگون میں وفات پائی اس طرح سے سلطنت مغلیہ کا چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔

[نوٹ :۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے متعلق تفصیلی حالات ایک انگریز مصنف کی کتاب (TWILIGHT OF MUGHALS) میں درج ہیں۔ جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے]

توضیحی نوٹ چودہواں باب

ع۱۔ مغل سلطنت کے آخری دور میں کشمیر کے اندرونی حالات بگڑتے رہے۔ ان حالات کا فائدہ اٹھاکر کشمیر کے ممتاز امراء نے ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کے وارث احمد شاہ درانی کو تحریری طور پر کشمیر پر قابض ہونے کی دعوت دی، بالکل اسی طرح جس طرح چک خاندان کے زوال کے موقعہ پر کشمیر کے عمایدین نے، جن میں حضرت ایشان صاحبؒ جیسے بزرگ بھی شامل تھے۔ بابر کو کشمیر اپنے تسلط میں لانے کی دعوت دی تھی۔

ع۲۔ مغلوں کا یہ تسلط ۱۶۶ برس تک قائم رہا۔ جب کہ ۱۷۵۲ء میں کشمیر کا انتظام افغان حکمران احمد شاہ درانی کو منتقل ہوگیا۔ مغلوں کی حکومت کا ایک خوشگوار اثر یہ پڑا تھا کہ کشمیر میں:-

(۱) امن وامان قائم ہوا۔ اور نظام حکومت اسی طرز پر چلایا جانے لگا۔ جیسا کہ یہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں رائج تھا۔

(۲) کشمیر میں بھی فارسی بحثیت سرکاری زبان رائج ہوئی۔ جیسے کہ یہ دوسرے حصوں میں رائج تھی۔

(۳) سکہ کا واحد نظام یہاں بھی قائم ہوگیا۔

(۴) ہندوستان اور مغل سلطنت کے ماہرین حکومت کی

خدمات سے استفادہ کیا جانے لگا۔ جنہیں مقررہ میعاد کے بعد تبدیل بھی کیا جا سکتا تھا۔

(۵) کشمیر کی حفاظت کے لئے مغل حکومت کی عظیم الشان فوج دستیاب ہوتی۔

لیکن چونکہ کشمیر کے حالات کو کبھی بھی قرار حاصل نہیں رہا ہے۔ اس لئے مغلوں کی حکومت کے زوال کے ساتھ ہی کشمیر پر افغان حکمرانوں کی نگاہیں پڑ گئیں۔ اور یہ خطہ ایک بار پھر ایک نئی طاقت کے قبضہ میں آگیا۔ مغلوں کی آمد کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا تھا کہ کشمیر اور ہندوستان کے مابین رسل و رسائل کے ذرائع آسان بن گئے تھے۔ مغلوں نے گجرات سے آگے بھمبر کے راستے شوپیان تک سڑک تعمیر کی تھی۔ جسے اب بھی مغل شاہراہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ سڑک محض کھنڈرات رہ گئی تھی۔ لیکن موجودہ حکومت نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کی طرف توجہ مبذول کی ہے اور اس سلسلے میں ابتدائی اقدامات شروع کئے گئے ہیں۔

پندرھواں باب

حکومتِ شاہانِ دُرّانی

مدت حکومت ۲۵ سال

۲۸۲- احمد شاہ دُرّانی ۱۱۶۰ھ، ۱۷۴۷ء، ۱۸۰۴ سمبت

سدوزئی قبیلہ میں سے تھا۔ مغل بادشاہ محمد شاہ کی بیٹی سے شادی کرلی۔ اور اپنے بیٹے تیمور شاہ کی شادی عالمگیر ثانی کی بیٹی سے کرائی۔

چھ مہینے

۲۸۳- عبداللہ خان ایشک آقاسی ۱۱۶۶ھ، ۱۷۵۳ء، ۱۸۱۰ سمبت

افغانوں کی جانب سے کشمیر کا انتظام اس کے سپرد تھا۔ اس نے لوگوں پر طرح طرح کے جرمانے اور ٹیکس عائد کئے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس طرح سے ایک کروڑ روپیہ نقد اور جنس جمع کرکے اپنے ساتھ کابل لے گیا۔ (ع۱)

۲۸۴- خواجہ عبداللہ خان۔ ۴ ماہ ۷ روز، ۱۱۶۶ھ، ۱۷۵۳ء، ۱۸۱۰ سمبت

۸ سال ۴ ماہ ۸ روز

۲۸۵۔ راجہ سُکھ جیون مل

سنہ ۱۱۶۷ھ

کشمیر میں راجہ سُکھ جیون مل کا کاردار خواجہ حسن خان بانڈے تھا۔ سنہ ۱۱۶۹ ہجری میں قحط رونما ہوا۔ سنہ ۱۱۷۱ ہجری میں خواجہ حسن خان بانڈے نے راجہ جیون مل کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ بالآخر ناکام ہوکر بھاگ گیا۔ سنا سیلوں نے اس کے مکان کو آگ لگا دی اور وہ پوچھ کے جنگلوں میں پناہ گزین ہوا۔ جہاں اس نے اپنی بقیہ عمر گذاری۔ حسن خان بانڈے کے چلے جانے کے بعد کشمیر میں مہانند پنڈت در مدارالمہام مقرر ہوا۔

تین ماہ

۲۸۶۔ نورالدین خان

سنہ ۱۱۷۵ھ

اس نے سکھ جیون مل اور اس کے بیٹے کی آنکھیں نکلوائیں۔

دو سال

۲۸۷۔ بلند خان بامزئی

سنہ ۱۱۷۶ھ

سنہ ۱۱۷۷ ہجری کے موسم بہار میں دریائے جہلم ایک بار پھر منجمد ہوگیا۔ کشمیری میں اب بھی یہ شعر زبان زد خلائق ہے ؎

سنہ اوس کاہ شت تہ ستہ ستت

جو تنہ ستم چھے یمہ ر دیتھ!

اسی سال شیعہ فرقہ کے لوگوں سے ایک بار پھر زیادتی ہوئی۔ بعض شیعوں کی آنکھیں نکال دی گئیں۔ اور بعض ایک کے کان کاٹ ڈالے گئے۔

ایک سال چھ ماہ
۲۸۸۔ نورالدین خان (دوسری مرتبہ) ۱۱۷۸ ہجری
نواکدل کی امدادی بنیادیں اسی نے ۱۱۷۷ ہجری میں بنوائیں۔ ۱۱۷۹ ہجری میں قحط پڑا۔

چھ ماہ
۲۸۹۔ لعل محمد خان ۱۱۷۹ھ، ۱۷۶۶ء، ۱۸۲۳ب
اناج کا کال پڑا تھا۔ حافظ عبداللہ واعظ کو اس الزام میں کہ وہ "سب صحابہ" کا مرتکب ہوا ہے۔ یعنی اس نے صحابہ کرام کے نام نازیبا کلمات کا اظہار کیا تھا۔ خانقاہ نقشبندیہ کے صفہ پر قتل کیا گیا۔

ایک سال
۲۹۰۔ خورّم خان ۱۱۸۰ ہجری
خورم خان کا نائب گورمک داس تھا۔ جس کا کاروار کیلاش در تھا۔

۱۱ ماہ
۲۹۱۔ میر فقیر اللہ کنٹ ۱۱۸۱ ہجری، ۱۷۶۷ء، ۱۸۲۴ب
میر مقیم کنٹ کا بیٹا تھا۔ اپنے وقت میں بہت بڑا رئیس مانا جاتا تھا۔ بالآخر کرناہ کی طرف چلا گیا اور وہیں وفات پائی۔ لیکن اس کی نعش وہاں سے لائی گئی جسے آستانہ حضرت سلطان العارفین (مخدوم صاحب رح) میں دفنایا گیا۔
۲۹۲۔ نورالدین خان (دوسری مرتبہ) تین سال۔ ۱۱۸۲ھ، ۱۷۶۸ء، ۱۸۲۵ب

۲۹۳۔ خورم خان (دوسری مرتبہ) ۱۱۸۴ھ، ۱۷۷۱ء، ۱۸۲۷ب ۔ چھ ماہ
میر حسین کنٹ کو اس نے اپنا پیش کار مقرر کیا تھا۔

۲۹۴۔ امیر خان جوان شیر ۔ چھ سال ۴ ماہ

اس کا مدار المہام میر فاضل تھا۔ شیر گڈھ کا قلعہ، امیرا کدل،
باغ امیر آباد اس کے بنائے ہوئے ہیں۔ ۱۱۸۴ھ ہجری میں سیلاب
آیا اور دریائے جہلم کے پل ٹوٹ گئے۔ ۱۱۸۶ھ ہجری میں احمد شاہ
دُرانی وفات پا گیا۔ امیر خان اگرچہ افغان نسل سے تھا۔ مگر وہ کشمیریوں
کے ساتھ گھل مل گیا تھا۔ چنانچہ اس نے بانڈی پورہ کے ہانجیوں کی ایک
لڑکی سے شادی کرلی تھی۔ تقریباً ساڑھے چھ سال تک حکومت
کرنے کے بعد اسے الگ کر دیا گیا۔

[نوٹ :- امیرا کدل کا جو پل امیر خان نے تعمیر کروایا تھا۔ اس کو
بعد میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے پرانی جگہ سے ہٹا کر تھوڑا اوپر
نئے سرے سے بنوایا] (ع۲)

۲۹۵۔ تیمور شاہ دُرّانی

مدت حکومت ۲۱ سال
۱۱۸۶ھ ہجری۔

احمد شاہ دُرانی کا بیٹا تھا اور ۷ر شوال ۱۲۰۷ھ ہجری کو
وفات پائی۔

۲۹۶۔ حاجی کریم داد خان

۷ سال
۱۱۹۰ھ ہجری

حاجی کریم داد خان نے اپنی طرف سے میر فاضل کنٹ کو مختار کل بنایا۔
لیکن کچھ دیر بعد مالیہ کی وصولی میں تساہل کرنے کی پاداش میں قتل
کروا ڈالا۔ اس کے ساتھ کنٹ قبیلہ کے لوگوں کو اذیتیں پہنچائی
گئیں۔ حاجی کریم داد نے سنیوں اور شیعوں دونوں کے ساتھ سختی
کا برتاؤ کیا۔ اور ایک ہزار کے قریب لڑکیوں کی عصمت خراب
کی۔ البتہ اس نے جامع مسجد کی چھت کی مرمت کرائی۔ اور مائسمہ
میں گھوڑ دوڑ کے لئے سڑک بنوائی۔ اس کے عہد میں حافظ کمال کو،
جو محلہ ملارٹہ میں واعظ تھا۔ بد اعتقادی کے بعض کلمات کہنے پر
وعظ خوانی سے معزول کر دیا گیا۔ بعد میں وہ احتیاطاً اپنے گھر میں
ہی وعظ خوانی کیا کرتا تھا۔ بالآخر میر داد خان کے عہد میں ہفت چنار
کے قریب اس کو تہ تیغ کیا گیا۔

۲۹۷۔ آزاد خان ۱۱۹۷ھ، ۱۷۸۳ء، ۱۸۴۰ب
۲ سال پانچ ماہ

۱۱۹۸ہجری میں وبا پھیل گئی۔ ۱۱۹۹ہجری میں زلزلہ آیا۔ اسی
سال ٹینکی پورہ میں آگ کی واردات رونما ہوئی۔ جو سد قاضی زادہ
تک پھیل گئی۔ آٹھ ہزار مکان جل گئے۔ آزاد خان، کریم داد خان کا
بیٹا تھا۔ اور اسی نے شاہ نعمت اللہ قادری کے مقبرے پر ایک
خانقاہ تعمیر کرائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے عہد میں بعض تبرکات
خصوصاً موی شریف حضرت بل کی آزمائش کی گئی۔ محمد اکرم متو
اس کے عہد میں قاضی تھا۔ خانقاہ سوختہ کو دوبارہ تعمیر
کرایا گیا۔

۲۹۸۔ مدد خان اسحٰق زئی سنہ ۱۱۹۹ ہجری، سنہ ۱۷۸۵ء، سنہ ۱۸۴۲ب (۹ مہینے)

اس کے آنے کی "تاریخ فارسی میں یوں لکھی گئی ہے ؎

"ظلم آزاد را رسید مدد ے"

۲۹۹۔ میر داد خان سنہ ۱۲۰۰ھ، سنہ ۱۷۸۶ء، سنہ ۱۸۴۳ب (۲ سال ایک ماہ)

میر داد خان کے عہد میں قاضی حبیب اللہ کے فتویٰ پر حافظ کمال کو قتل کر دیا گیا۔ اور میر جعفر کو قید کیا گیا۔

۳۰۰۔ ملا غفار خان سنہ ۱۲۰۲ھ، سنہ ۱۷۸۸ء، سنہ ۱۸۴۵ب (چار ماہ)

میر جعفر کو قید سے رہا گیا۔

۳۰۱۔ جمعہ خان الکوزئی سنہ ۱۲۰۲ھ، سنہ ۱۷۸۸ء، سنہ ۱۸۴۵ب (۴ سال ۷ ماہ)

سنہ ۱۲۰۲ ہجری میں دریائے جہلم میں سیلاب آیا اور شہر کا شمالی حصہ غرقاب ہو گیا۔

۳۰۲۔ رحمت اللہ خان) سنہ ۱۲۰۷ھ، سنہ ۱۷۹۳ء، سنہ ۱۸۵۰ب (تین ماہ ۱۲ روز)

۳۰۳۔ میر ہزار خان سنہ ۱۲۰۷ھ، سنہ ۱۷۹۳ء، سنہ ۱۸۵۰ب (ایک سال دو ماہ)

اس کے عہد میں خانقاہ معلیٰ کی اندرونی دیواروں پر اوراد فتحیہ سونے کی سیاہی میں تحریر کیا گیا۔ جو اس وقت تک موجود ہے۔

اسی کے عہد میں تیمور شاہ دُرانی نے، شوال ۱۲۰۷ھ ہجری کو وفات پائی۔

۳۰۴۔ زمان شاہ

مدت حکومت دس سال

۱۲۰۷ھ ہجری، ۱۷۹۳ء، ۱۸۵۰ب

تیمور شاہ دُرانی کا بیٹا تھا۔ دس سال تک حکومت کرنے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی محمود شاہ کے خلاف جنگ کے دوران قید ہوگیا۔ محمود شاہ نے اس کی آنکھیں نکال دیں۔ زمان شاہ نے آفتاب تخلص اختیار کیا تھا۔ جب اسے نابینا بنا دیا گیا۔ تو اس وقت یہ رباعی کہی ؎

زنرگس کسے کے بگیرد گلاب　　ز چشمانِ من چو گرفتند آب
ز احوال چشمم چو پرسد کسے　　بگو کور شد دیدهٔ آفتاب

[مطلب:۔ میری آنکھوں سے پانی چھین لیا گیا۔ لیکن کیا کوئی شخص نرگس سے گلاب حاصل کر سکتا ہے۔ کوئی اگر میری آنکھوں کا حال پوچھے تو اسے بتا دو کہ آفتاب کی آنکھیں اندھی ہوگئیں!]

۳۰۵۔ رحمت اللہ خان

چار ماہ

۱۲۰۸ھ، ۱۷۹۴ء، ۱۸۵۶ب

۳۰۶۔ کفائت خان

ایک سال

۱۲۰۸ھ، ۱۷۹۴ء، ۱۸۵۶ب

خانیار میں ایک باغ بنوایا۔ جسے باغ کفائت کے نام سے پکارا گیا، اس کے عہد میں شیعوں نے خواجہ عیسیٰ دیدانی کو پکڑ کر ایک حمام میں

بند کر دیا۔ لیکن عام لوگوں کی مدد سے اسے رہا کرایا گیا۔

۳۰۷۔ محمد خان جواں شیر ۱۲۰۹ھ، ۱۷۹۵ء، ۱۸۵۲ب

۳۰۸۔ عبداللہ خان ۱۲۱۰ھ، ۱۷۹۶ء، ۱۸۵۳ب

۱۲۱۴ھ میں سیلاب آیا۔ اور سرکاری جائیداد کو کافی نقصان پہنچا۔ ۱۲۱۵ھ میں آگ لگنے کی وجہ سے صراف کدل میں کئی محلے جل گئے۔ ۱۲۱۶ھ میں شیعوں کو لوٹا گیا۔ ۱۲۱۸ہجری میں بھاری زلزلہ آیا۔ یہاں تک کہ کئی حاملہ عورتوں کا حمل گر گیا۔ عالی مسجد کو آگ لگ گئی البتہ اسے نئے سرے سے بنوایا گیا۔ خانقاہ معلیٰ کا کلس زلزلہ کے سبب گر گیا۔ شالی کی قیمتیں کم ہو گئیں تھیں، ۱۲۲۱ھ میں سید بزرگ شاہ قادری کے وقت میں موئے شریف حضرت محبوب سبحانی رضؓ (پیر دستگیر صاحب) خانیار میں لایا گیا۔ اور لوگوں کو اس کی زیارت کرائی گئی۔ تاریخ یہ ہے

" زر غباً تزد د حُباً "

مدت حکومت تیرہ سال

۳۰۹۔ محمود شاہ اور شجاع الملک ۱۲۱۶ھ، ۱۸۰۲ء، ۱۸۹۱ب

یہ دونوں زمان شاہ کے بھائی تھے۔ زمان شاہ کو اندھا بنائے جانے کے بعد محمود شاہ ۱۲۱۶ ہجری میں کابل کے تخت پر بیٹھا

۳۱۰۔ شیر محمد خان مختار الدولہ ۵ ماہ، ۱۲۲۱ھ

شیر محمد نے اپنے بیٹے عطا محمد کو

نائب بناکر کشمیر سے واپس اپنے افغان حکمران محمود شاہ کے پاس
چلا گیا۔

۳۱۱۔ عطا محمد خان ۶ سال، سنہ ۱۲۲۱ھ
سنہ ۱۲۲۷ ہجری میں کوہ ماران (ہاری پربت)
کا قلعہ بنوایا۔ بارہمولہ کا پل بھی اسی کا بنوایا ہوا ہے۔ سنہ ۱۲۲۵ھ
میں نوشہرہ کے قریب سورہ میں موئی مبارک نبوی صلعم کی زیارت
شروع ہوئی۔

۳۱۲۔ وزیر فتح محمد خان تین ماہ سنہ ۱۲۲۸ھ، سنہ ۱۸۱۳ء، سنہ ۱۸۷۰ب

۳۱۳۔ سردار محمد عظیم خان ۶ سال سنہ ۱۲۲۸ھ، سنہ ۱۸۱۳ء، سنہ ۱۸۷۰ب
سنہ ۱۲۳۹ ہجری میں قحط پڑا۔ تاریخ یہ ہے سہ قحط سال عظیم
سولہ روپیہ فی خرار کے حساب سے شالی بکتی تھی۔

۳۱۴۔ سردار جبار خان ۴ ماہ سنہ ۱۲۳۴ھ، سنہ ۱۸۱۹ء، سنہ ۱۸۶۷ب
رینچن شاہ سے لے کر جبار خان تک قمری حساب سے پانچ سو
نو سال کا عرصہ ہے۔ گویا کشمیر میں تقریباً پانچ سو برس
تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔

توضیحی نوٹ، پندرھواں باب

ع۱ - وادی کشمیر کے لوگ اب بھی جب "پٹھان راج" کا نام سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح وہ سکھا شاہی اور ڈوگرہ راج کو یاد کرتے ہیں۔ جو اپنی سختیوں کی وجہ سے نامور ہوچکے تھے۔ ۱۹۴۶ء کو جب نیشنل کانفرنس کی قیادت میں "کوئٹ کشمیر" کی تحریک شروع ہوئی، تو اس کے پیچھے یہی نفرت کا جذبہ کارفرما تھا۔ جو کشمیریوں کے دلوں میں ان تینوں راجوں کے خلاف دبا ہوا تھا۔ پٹھان راج، سکھا شاہی اور ڈوگرہ راج ان تینوں ادوار میں کشمیری لوگ ذلت کی کن عمیق گہرائیوں میں گرائے گئے تھے۔ اس کا دل دوز نقشہ مولانا محمد سعید مسعودی سابق جنرل سیکرٹری نیشنل کانفرنس کے ایک عدالتی بیان میں دیا گیا ہے۔ جو "آزادیٔ کشمیر" کے نام سے ایک کتابچہ میں شایع ہوچکا ہے۔

ع۲ - سری نگر کو آج تک "سات پلوں کا شہر" کہا جاتا تھا۔ مگر اب یہ "نو پلوں کا شہر" بن گیا ہے۔ پہلے سے یہ سات پُل موجود تھے۔

(۱) امیراکدل (۲) حبہ کدل (۳) فتح کدل (۴) زینہ کدل (۵) عالی کدل (۶) نواکدل (۷) صفاکدل

لیکن اب حال ہی میں دو نئے پلوں کا اضافہ ہوا ہے۔ جو یہ ہیں:۔
(۱) بڈشاہ پل۔ جو امیرا کدل اور حبہ کدل کے درمیان واقع ہے۔
(۲) راج باغ پل۔ جو سرینگر کلب کوٹھی باغ کے قریب واقع ہے۔
پانچ سالہ منصوبہ کے تحت ترقی و تعمیر کے پروگرام کے تحت جموں، کشمیر اور لداخ کے دوسرے حصوں کی طرح سری نگر میں بھی تعمیرات کا ایک نیا دور شروع ہوا ہے۔ ایک نیا ابھرتا ہوا شہر ظاہر ہو رہا ہے۔ تعمیرات اور توسیع کے اس کام میں موجودہ وزیراعظم جناب بخشی غلام محمد کی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں۔

سولہواں باب

سکھوں کی حکومت

(دربارِ لاہور)

مدت حکومت ۴۲ سال

۳۱۵۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ سنہ ۱۲۱۳ھ، سنہ ۱۷۹۹ء، سنہ ۱۸۶۱ب

مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور کا حکمران تھا۔ بعد میں اُس نے سکھ سلطنت کی داغ بیل ڈالی۔ بعض مسلمان مورخوں نے سکھوں کی حکومت کو سکھا شاہی کا نام بھی دیا ہے۔ رنجیت سنگھ سنہ ۱۱۹۲ھ میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں وفات پائی۔ سکھوں کی حکومت نے بہت جلد توسیع اختیار کی۔ بالآخر کشمیر بھی سکھ دربار کے تحت آگیا۔ لاہور کا نامزد دیوان کشمیر کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہوا کرتا تھا۔

ایک سال دو ماہ

۳۱۶۔ دیوان موتی رام ۱۲۳۴ھ، ۱۸۱۹ء، ۱۸۷۶ب

بیربر پنڈت کو کشمیر میں مالیہ وصول کرنے پر مامور کیا گیا۔ گاؤکشی کو ممنوع قرار دیا گیا اور جامع مسجد کے دروازے بند کئے گئے۔

دو سال

۳۱۷۔ سردار ہری سنگھ ۱۲۳۵ھ، ۱۸۲۰ء، ۱۸۷۷ب

۱۲۳۵ ہجری میں وبا پھوٹ پڑی۔ سردار ہری سنگھ نے اپنے نام کا سکہ رائج کیا۔ ایک باغ تعمیر کروایا۔ اور عالی خاندانوں کی جاگیریں ضبط کرلیں۔

ایک سال دو ماہ

۳۱۸۔ دیوان موتی رام (دوسری مرتبہ) ۱۲۳۷ھ، ۱۸۲۲ء، ۱۸۷۹ب

دیوان موتی رام کے عہد میں انگریزی سرکار کی جانب سے کرنیل مورکرافٹ یارقند اور کاشغر میں میرآخور باشی (CHARGE DE AFFAIRS) مقرر ہوا۔

دو سال

۳۱۹۔ دیوان چونی لعل ۱۲۴۱ ہجری

تین سال تین ماہ

۳۲۰۔ دیوان کرپارام ۱۲۴۳ ہجری

۱۲۴۴ ہجری میں زلزلہ آیا۔ اور ۱۲۴۳ ہجری میں ہیضہ کی وبا پھیلی۔ جو پورے چھ مہینے تک جاری رہی۔ اس کے عہد میں

دو ہندو عورتیں اپنے مردہ شوہروں کے ساتھ ان کی چتاؤں پر زندہ جل گئیں (۷ء) شیخ غلام محی الدین دیوان کرپا رام کا صاحب کار تھا۔

ایک سال
۳۲۱۔ بہما سنگھ اردلی
سنہ ۱۲۴۶ ہجری

اس کا صاحب کار گنیش پنڈت تھا۔ سنہ ۱۲۴۶ ہجری میں شیعوں کو لوٹا گیا۔

دو سال دو ماہ
۳۲۲۔ شاہزادہ شیر سنگھ
سنہ ۱۲۴۷ ہجری

سنہ ۱۲۴۸ ہجری میں دریائے دتھ یعنی جہلم منجمد ہوگیا۔ اسی سال قحط بھی پڑا۔ اکثر لوگ یہاں سے بھاگ گئے۔ لیکن زیادہ تر تو مر گئے ایک روپیہ میں دو سیر چاول نہیں ملتے تھے۔

۷ سال ۴ روز
۳۲۳۔ میاں سنگھ کرنیل
سنہ ۱۲۵۰ھ، سنہ ۱۸۳۴ء، سنہ ۱۸۹۱ب

نیک تھا لہذا لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا۔ اسی کے عہد میں خیرہ نامی ایک گلوان (گلہ بان کے مرادف، عادی چور کو بھی کہتے ہیں) کو زینہ کدل پر پھانسی دے دی گئی۔ شیر گڈھی کے سامنے کا باغ اسی کا بنوایا ہوا ہے۔ سنہ ۱۲۵۲ ہجری میں سیلاب کی وجہ سے کھنہ بل، زیج بہارڈہ، پانپور اور امیرا کدل کی بنیادیں گر گئیں۔ سنہ ۱۸۹۶ بکرمی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر نے وفات پائی۔ کرنیل میاں سنگھ ایک مجذوب حکیم شاہ کا معتقد تھا۔

۵ سال ۳ ماہ

۳۲۴ - شیخ غلام محی الدین ۱۲۵۷ھ، ۱۸۴۱ء، ۱۸۹۸ب

شیخ غلام محی الدین حضرت شیخ احمد تارہ بلی کے معتقدوں میں سے تھا۔ اس نے رفاہ عامہ کے کاموں کی طرف خاص توجہ دی۔ جامع مسجد کو جو ۱۲۵۷ھ تک تقریباً بیس برس تک بند پڑی تھی۔ کھول دیا۔ اس کی چھت کی مرمت کی۔ اور جو نہر جامع مسجد کے قریب سے گذرتی تھی۔ اسے پھر سے چالو کرایا۔ (۲)

۱۲۵۹ھ میں شیخہ باغ بنوایا۔ اسی سال سیلاب آیا۔ فتح کدل سے لے کر سنبل تک کا علاقہ برباد ہو گیا۔ ۱۲۶۲ھ میں ہیضہ کی وبا ایک بار پھر پھوٹ پڑی۔

۲۶ر ربیع الاول ۱۲۶۲ھ کو شیخ غلام محی الدین کی وفات واقع ہوئی۔ خطیرہ شریفہ حضرت محبوب العالم قدس سرہٗ میں میں دفنایا گیا۔

۱۲۵۸ھ سے محلہ عالی کدل میں موئے مبارک کی زیارت بند ہونے لگی۔ ان دنوں میر حسین قادری زندہ تھے۔

چھ مہینے

۳۲۵ - شیخ امام الدین ۱۲۶۲ھ، ۱۸۴۶ء، ۱۹۰۲ب

شیخ امام الدین کے وقت میں لاہور کا تختہ الٹایا گیا۔ اور انگریزوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ انگریزوں نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو کشمیر بخش دیا یہ واقعہ ۱۸۴۶ء کا ہے۔ جب کہ انگریزوں اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے درمیان ایک عہدنامہ امرتسر کے مقام

پہنچ پایا (۳۸)

نوٹ :- لاہور کے سکھ حکمرانوں کی حکومت کی کل میعاد شمسی حساب سے ۲۷ سال اور چار مہینے رہی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۱۹ء میں کشمیر کو زیر تصرف کر لیا تھا۔ بالآخر انگریزی سرکار، پنجاب اور کشمیر نیز دیگر سکھ مقبوضات پر قابض ہو گئی۔ لاہور کے عہد نامہ کی رو سے انجو ۹۔ مارچ ۱۸۴۶ء کو طے پایا۔ سکھ حکومت نے دریائے ستلج اور بیاس کا درمیانی علاقہ "ہمیشہ ہمیشہ کے لئے" انگریزی حکومت کے سپرد کر دیا۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ تاوان جنگ کے عوض میں دریائے بیاس اور سندھ کا درمیانی کوہستانی علاقہ ہزارہ اور کشمیر اور ان کے متعلقہ علاقے "ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انگریزوں کے سپرد کر دئے۔ ایک ہفتہ کے بعد ۱۶۔ مارچ ۱۸۴۶ء کو امرتسر کے مقام پر "جموں کے رئیس" مہاراجہ گلاب سنگھ اور انگریزوں کیجانب سے فریڈرک کرے اور میجر لارنس کے مابین ایک اور معاہدہ طے پایا جس کی رو سے انگریزوں نے پچھتر لاکھ روپیہ (نانک شاہی) کے عوض کشمیر، ہزارہ اور دریائے راوی اور سندھ کے درمیان واقع اور ہزارہ کے مغرب میں واقع تمام کوہستانی علاقوں کو "ہمیشہ ہمیشہ کے اختیارات کے ساتھ" مہاراجہ گلاب سنگھ کو عطا کیا۔ بعد میں ایک الگ عہد نامہ کی رو سے ہزارہ اور کوہستانی علاقہ کا تبادلہ علاقہ منآور اور کھڑی کے ساتھ کر لیا گیا۔

توضیحی نوٹ سولھواں باب

۱۔ ستی کی یہ رسم، بعد میں انگریزوں کے وقت میں
کلیتاً ممنوع قرار دے دی گئی۔

۲۔ یہ نہر اب بالکل نابود ہوگئی ہے۔

۳۔ اس عہد نامہ کی رو سے، جس پر ۱۶۔ مارچ ۱۸۴۶ء
مطابق ۱۷۔ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ کو دستخط ہوئے۔ کشمیر کا علاقہ
مہاراجہ گلاب سنگھ اور اس کے نرینہ اولادان کے نام "ہمیشہ" کے
لئے منتقل ہوگیا۔ اس عہد نامہ کو "بیعہ نامہ" کے نام سے بھی
موسوم کیا جاتا ہے۔ گاندھی جی نے ۶ر اگست ۱۹۴۷ء کو (واہ
مغربی پاکستان) میں اس عہد نامہ کو "بکری پتر" کہا تھا۔ اس
معاہدہ میں کل دس دفعات ہیں۔ دفعہ ۱ میں لکھا گیا ہے:۔

"سرکار انگلشیہ، مہاراجہ گلاب سنگھ اور اس کے
وارثان کو تمام ملک کوہستان مع اس کے تابع علاقہ
کے جو دریائے سندھ کے مشرق کی طرف اور مغرب کی
جانب دریائے راوی کے درمیان ہے۔ مع علاقہ چنبہ
کے ماسوائے لاہول جو برٹش گورنمنٹ کو مطابق دفعہ
نمبر ۴ عہد نامہ لاہور مورخہ ۹ر مارچ ۱۸۴۶ء کو ملا ہے)

باختیار خود مستقل طور پر عطا کرتی ہے رہا"

اس معاہدہ کی دفعہ ۳ کی رو سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے "ممالک مقبوضہ کے عوض سرکار انگلشیہ کو ۷۵ لاکھ روپیہ (نانک شاہی) ادا کیا تھا ۵۰ لاکھ روپیہ استحکام عہدنامہ کے وقت اور ۲۵ لاکھ روپیہ ۱۸۴۶ء کی ماہ اکتوبر کی پہلی تاریخ سے پہلے۔

دفعہ ۴ کی رو سے طے پایا تھا کہ انگریزی حکومت کی اجازت کے بغیر ریاست کی حدود میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

دفعہ ۵ کی رو سے طے پایا تھا کہ اگر مہاراجہ اور کسی ہمسایہ ریاست کے درمیان کوئی تنازعہ رونما ہو تو انگریزوں کی ثالثی قبول ہوگی۔

دفعہ ۶ کی رو سے طے پایا تھا کہ اگر سرحدی علاقوں میں انگریزی فوج کو تعینات کرنا پڑے تو مہاراجہ کی فوجیں انگریزی سپاہیوں کے ساتھ شامل ہونگیں۔

دفعہ ۸ کی رو سے مہاراجہ نے اقرار کر لیا تھا کہ انگریزوں کے سوائے کسی دوسرے (فرنگی) یورپی یا امریکی باشندہ کو ریاست میں ملازم یا نوکر نہیں رکھا جائے گا۔

دفعہ ۱۰ کی رو سے مہاراجہ نے قبول کیا تھا کہ وہ سالانہ نذرانہ کے طور پر ہندوستان میں انگریزی سرکار کو ایک گھوڑا، ایک درجن لداخی بھیڑ (چھ نر اور چھ مادہ) اور دو جوڑے کشمیری دوشالے پیش کرتا رہے گا۔

انگریزوں کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو یہ معاہدہ "ہمیشہ ہمیشہ" کیلئے فسخ ہو گیا۔

سترھواں باب

ڈوگرہ راج کا ایک سو سال

۳۲۶۔ مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

مدت حکومت ۵۵ سال

سنہ ۱۲۶۲ھ، سنہ ۱۸۴۸ء، سنہ ۱۹۰۳ب

سنہ ۱۲۶۷ ہجری میں ٹنکی پورہ کے محلے میں آگ کی واردات ہوئی جس میں دو ہزار کے قریب مکان جل گئے۔ گلاب باغ، مہاراجے کا بنوایا ہوا ہے۔ سنہ ۱۲۷۱ ہجری میں وفات پائی۔

۳۲۷۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ

مدت حکومت ۲۸ سال ۸ دن

سنہ ۱۲۷۳ھ، سنہ ۱۸۵۶ء، سنہ ۱۹۱۳ب

مقدمات میں عدل وانصاف کرنے میں مشہور و معروف تھا۔ سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق سنہ ۱۹۴۲ب میں وفات پائی۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے اوصاف تاریخ کشمیر اعظمی میں درج ہیں (ع۔۲)

۳۲۸۔ وزیر پنول (پہلی مرتبہ)

۷ سال اور کچھ مہینے

سنہ ۱۲۷۲ھ، سنہ ۱۸۷۵ء، سنہ ۱۹۱۲ب

وزیر باغ بنوایا۔ سنہ ۱۲۷۴ ہجری میں وبا پھیلی۔ سنہ ۱۲۸۰ھ میں زلزلہ آیا اور سنہ ۱۲۸۱ھ میں قحط رونما ہوا۔

ایک سال چھ مہینے

۳۲۹۔ دیوان کرپارام سنہ ۱۲۸۲ ہجری / سنہ ۱۹۲۲ بکرمی

سنہ ۱۲۷۲ ہجری میں رام باغ بنوایا۔

چار سال

۳۳۰۔ دیوان ٹھاکورداس سنہ ۱۲۸۳ ہجری۔ سنہ ۱۹۲۳ بکرمی

سنہ ۱۲۸۴ ہجری میں وبا ظاہر ہوئی۔

چار سال اور چند مہینے

۳۳۱۔ وزیر پنوں (دوسری مرتبہ) سنہ ۱۲۸۷ ہجری

سنہ ۱۲۸۹ ہجری میں شیعوں کی ایک بار پھر غارت گری ہوئی۔ اسی سال وبا بھی ظاہر ہوئی۔ سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں آگ لگنے کی واردات ہوئی۔ اور سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں دوبارہ آتش زدگی کی واردات ہوئی۔ سنہ ۱۲۹۴ ہجری میں قحط پڑا۔ ایک روپیہ کے عوض تین سیر چاول ملنا ... مشکل بن گیا تھا۔

۸ سال

۳۳۲۔ دیوان اننت رام سنہ ۱۲۹۱ ہجری

سنہ ۱۲۹۵ھ میں ٹینگی پورہ ایک بار پھر آگ رونما ہوئی۔ جس میں سات سو کے قریب مکان جل گئے۔

۵ سال نو ماہ

۳۳۳۔ دیوان بدری ناتھ سنہ ۱۲۹۵ھ، سنہ ۱۸۷۸ء، سنہ ۱۹۳۵ ب

۱۲۹۶ سنہ ھ میں بڑے پیمانے پر وباء کی بیماری پھیلی۔ ۱۲۹۶ سنہ ء میں دریا کا پانی منجمد ہو گیا۔ اور ۱۹۳۵ سنہ بکرمی میں حبہ کدل میں آتش زدگی کی واردات ہوئی جو سدقاضی زادہ تک پھیل گئی۔ اس واردات میں ایک ہزار کے قریب مکان جل گئے۔

دو سال ۴ ماہ

۲۳۴۔ دیوان لچھمن داس۔ ۱۳۰۱ سنہ ھ، ۱۸۸۴ سنہ ء، ۱۹۴۱ سنہ ب

۱۳۰۲ سنہ ھ میں شب برات کی رات کو زلزلہ آیا۔ جس کے جھٹکے مسلسل تین مہینوں تک جاری رہے۔ بلکہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ چودہ مہینوں تک اس زلزلہ کا اثر قائم رہا۔ (ع ۳)

۲۳۵۔ مہاراج پرتاپ سنگھ ۱۳۰۲ سنہ ہجری، ۱۸۸۵ سنہ ء، ۱۹۴۲ سنہ ب

مہاراجہ پرتاپ سنگھ ذاتی طور پر انصاف پسند اور خدا ترس تھا۔ لوگوں پر اس کے احسانات ہیں۔ وہ لوگوں کی مالی اور نقدی امداد کیا کرتا تھا۔

راجہ رام سنگھ کی تاریخ وفات ۱۳ صفر ۱۳۱۷ سنہ ھ مطابق ۱۰ ہاڑ ۱۹۵۶ سنہ ب ہے۔ راجہ امر سنگھ ۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ سنہ ھ مطابق چیت ۱۹۶۶ سنہ ب کو وفات پا گیا۔ فارسی تاریخ وفات مفخر دربار ہے۔ (ع ۴)

نصف سال

۲۳۶۔ دیوان بانکی ناتھ ۱۳۰۴ سنہ ہجری، ۱۹۴۳ سنہ بکرمی

۱۳۰۵ سنہ ھ میں وبا پھیلی۔ جس نے شدید صورت اختیار

کرلی۔ اسی سال شیخ داؤد کو پھانسی دیدی گئی۔

۳۳۷۔ ڈاکٹر سورج بل
چھ مہینے
سنہ ۱۳۰۶ ھ، سنہ ۱۹۴۵ ب

ڈاکٹر سورج بل نے گوپکار میں ایک باغ بنوایا۔

۳۳۸۔ سردار روپ سنگھ
تین سال
سنہ ۱۳۰۶ ھ، سنہ ۱۹۴۹ ب

محلہ گوجوارہ میں ایک باغ تعمیر کرایا۔

۳۳۹۔ محمد افضل خان
ایک سال
سنہ ۱۳۰۹ ھ، سنہ ۱۹۴۸ ب

سنہ ۱۳۰۹ ھ میں حبہ کدل میں پھر سے آگ لگ گئی۔ جس کے نتیجے میں کئی مکان جل گئے۔ اس کے ساتھ ہی ہیضہ کی وباء پھیلنے سے کئی جانیں تلف ہوگئیں۔

۳۴۰۔ بخشی پرمانند
۸ سال
سنہ ۱۳۱۰ ہجری، سنہ ۱۹۴۹ بکرمی

سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں جامع مسجد کی مرمت ہوئی۔ سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں سیلاب آیا۔ اور دریائے جہلم کے پل ٹوٹ گئے۔ سنہ ۱۳۱۶ ھ میں مہاراج گنج کا بازار آتش زدگی میں جل گیا۔ البتہ اسے فوراً نئے سرے سے تعمیر کرایا گیا۔ اس کے علاوہ امیراکدل کو نئے طرز پر تعمیر کرایا گیا۔ بخشی پرمانند کے وقت ہی سڑک کے ذریعہ کشمیر کو پنجاب سے ملایا گیا۔ شہر میں نلکے لگوائے گئے۔ اور ہارون کے ذخیرہ آب سے شہر کو نلکوں کے ذریعہ پانی فراہم کیا گیا۔ مہاراج کے

اسٹامپ موقوف ہو گئے۔ اور ان کی بجائے انگریزی اسٹامپ رائج ہوئے۔ مکانوں کی تعمیرات کے لئے نقشے منظور کرانے کا طریقہ اختیار کیا گیا اور میونسپل کمیٹی سری نگر کا قیام عمل میں آیا، پرانا سکہ یعنی تعلیب سکہ اور فلوس موقوف ہو کر انگریزی سکہ رائج ہوا (ع۵)

ایک سال

۳۴۱۔ بابو ریشی بر صاحب ۱۳۱۷ھ، ۱۸۹۹ء، ۱۹۵۶ب

۳۴۲۔ پنڈت من موہن لال ناتھ ۱۳۱۹ھ، ۱۹۰۱ء، ۱۹۵۸ب

۱۳۲۱ھ میں سیلاب آنے اور جھیل ڈل کا پانی چڑھ جانے کے سبب رعناواری اور خانیار کے دونوں محلے غرق آب ہو گئے (ع۶) پنڈت من موہن لال ناتھ کو گورنری سے معزول کیا گیا۔ اور وہ پنجاب چلا گیا۔ اس کی بجائے پنڈت رادھے کشن کول بحیثیت گورنر مقرر ہوا۔

۳۴۳۔ پنڈت رادھے کشن کول ۱۳۲۸ھ، ۱۹۰۹ء، ۱۹۲۶ب پھاگن

گورنری کے بعد پنڈت رادھے کشن کول کو ہائی کورٹ کا جج تعینات کیا گیا۔ اور اس کی جگہ چوہدری خوشی محمد خان کو گورنر بنایا گیا۔ (ع۷)

۳۴۴۔ چوہدری خوشی محمد خان ۱۳۲۸ھ جمید الثانی، ۱۹۱۰ء، ۱۹۶۷ب ہاڑ

یکم اکتوبر ۱۹۱۷ء کو چوہدری خوشی محمد خان ریاست جموں و

کشمیر کے مشیر مال مقرر ہوئے۔

۴۴۵۔ پنڈت نریندر ناتھ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ اول اکتوبر ۱۹۱۷ء ۱۶ اسوج ۱۹۷۴ ب

پنڈت راد ھے کشن کول کا بیٹا تھا۔ ان چارج گورنر مقرر ہوا۔ (ع۔ش)

[پنڈت نریندر ناتھ کول کے بعد صوبہ کشمیر کے لئے جو گورنر مقرر ہوئے ان کے نام اور عہدہ سنبھالنے کی تاریخیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

نمبر	نام گورنر	چارج لینے کی تاریخ
۱۔	رائے صاحب پنڈت رام دھن	۲۹ جولائی ۱۹۱۸ء
۲۔	رائے بہادر منموہن ناتھ لنگر	۲۶ جیٹھ ۱۹۷۸ ب
۳۔	پنڈت اننت رام ڈوگرہ	۶ چیت ۱۹۸۵ ب
۴۔	رائے صاحب ترلوک چند	یکم اگست ۱۹۲۹ء
۵۔	ٹھاکور کرتار سنگھ	۹ ستمبر ۱۹۳۱ء
۶۔	سردار عطر سنگھ (عارضی)	۲ مئی ۱۹۳۲ء
۷۔	خانصاحب شیخ عبدالرشید (عارضی)	۱۳ نومبر ۱۹۳۷ء
۸۔	پنڈت مہاراج کشن در	۵ اگست ۱۹۴۲ء
(۹)۔	خواجہ غلام نبی	۱۲ ماگھ ۲۰۰۵ ب
۱۰۔	گوپال رام تھاپا (عارضی)	۶ پھاگن ۲۰۰۶ ب

بشکریہ ڈائریکٹر آف ریکارڈس حکومت جموں وکشمیر]

ختم شد

توضیحی نوٹ ستھواں باب

ء۱۔ کشمیر میں بیرونی حملوں کے ماسوائے صدیوں سے تباہی اور بربادی کے چار بڑے کارن (وجوہ) رہے ہیں۔ ایک سیلاب ۲ دوسرے زلزلے ۳ تیسرے وبائیں اور چوتھے آگ کی وارداتیں، تعجب یہ ہے کہ کشمیر میں خشک سالی کی وجہ سے قحط کے واقعات بہت کم۔ لیکن آب کی زیادتی یعنی سیلابوں کی وجہ سے قحط کی متعدد وارداتیں ہوتی رہی ہیں۔ شاید اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ز آب و آتش است آباد کشمیر
از ایں ہا مے شود برباد کشمیر

ء۱۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے حالاتِ زندگی گلاب نامہ مصنفہ دیوان کرپا رام میں درج ہیں۔ اس کے علاوہ سردار کے۔ایم۔ پانیکر (موجودہ وائیس چانسلر جموں و کشمیر یونیورسٹی) کی انگریزی کتاب "گلاب سنگھ" اور آنجہانی پنڈت سالگرام کول سابق جج ہائیکورٹ کی کتاب "مہاراجہ گلاب سنگھ" میں بھی ڈوگرہ خاندان کے ابتدائی دور کے حالات درج ہیں۔

اسی طرح مہاراجہ رنبیر سنگھ کے حالات ایک اردو کتابچہ "سوانح عمری مہاراجہ رنبیر سنگھ بہادر" مصنفہ ٹھاکور کاہن سنگھ

بلادریہ (بسوہلی) میں درج ہیں۔ جو ۱۹۲۳ء میں لاہور سے شائع ہوا۔
ع۳۔ قحط، وبا، سیلاب اور آتشزدگی کے علاوہ کشمیر کو جس آفتِ سماوی نے وقتاً فوقتاً ستایا ہے وہ زلزلہ ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق وادی کشمیر میں ۱۸۶۳ء، ۱۸۸۷ء اور ۱۸۸۴ء میں پے در پے زلزلے آتے رہے۔ ۱۸۶۴ء اور ۱۸۷۷ء میں قحط کی وجہ سے لوگ مر گئے اور ۱۸۵۷-۵۸ء، ۱۸۶۷ء، ۱۸۷۲ء ۱۸۷۶-۷۷ء اور ۱۸۷۶ء میں کالرا (ہیضہ کی وبا) پھوٹ پڑنے سے ہزاروں کی تعداد میں آدمی مر گئے۔ اور ۱۸۷۵ء اور ۱۸۷۸ء میں آتشزدگی کی وارداتوں میں ہزاروں مکان جل گئے۔ حال ہی میں ۱۹۶۱ء کے دوران اسلام آباد (اننت ناگ) میں آتشزدگی کی ایک ہولناک واردات رونما ہوئی۔ جس میں سرکاری اندازہ کے مطابق تین سو سے زائد مکانات جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔

ع۴۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ ۱۴ جولائی ۱۸۵۰ء کو پیدا ہوا۔ ستمبر ۱۸۸۵ء میں گدی نشین ہوا اور ستمبر ۱۹۲۵ء میں وفات پا گیا، گویا چالیس برس تک حکومت کی۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے۔ طبیعتاً شریف تھا مگر ساتھ ہی کٹر مذہب دار آدمی تھا۔ بلکہ پیر پرست بھی تھا۔ چونکہ ڈوگرہ راج کا نظام ہی ابتدا سے سخت گیرانہ تھا۔ لہذا آبادی کے بڑے حصے کو بدستور شکایات تھیں۔ مہاراجہ نے سکول اور ہسپتال کھولنے کی کوشش کی۔ مگر پھر بھی لوگوں کی حالت تسلی بخش نہیں تھی۔

ع۵۔ راجہ ننگھ (۸۳۰ء) سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات ۱۳۲۹ء

تک یعنی تیرہ سو برسوں تک کشمیر کے سکوں کے معیار اور وزن وغیرہ میں کوئی خاص فرق رونما نہ ہوا۔ لیکن اس کے بعد سلاطین کشمیر کے عہد میں بعض تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ افغانوں نے اپنا الگ سکہ رائج کیا۔ اسی طرح مغلوں نے کشمیر میں بھی وہی سکہ رائج کیا جو ہندوستان کے دوسرے حصوں میں رائج تھا لیکن سکھوں اور ڈوگروں کی عملداری میں سکے ایک بار پھر بدل دئیے گئے۔ ڈوگروں کے وقت میں چلکی سکہ رائج تھا (موجودہ مبلغ دس آنوں کے برابر ہوتا تھا)۔ ان سکوں کے نادر نمونے سری نگر کے عجائب گھر واقع لال منڈی میں اب بھی موجود ہیں۔ ہند یونین کے ایک جزو کی حیثیت سے ریاست جموں و کشمیر میں بھی دوسرے حصوں کی طرح جمہوریہ ہند کا نیا سکہ رائج ہو گیا ہے۔ جو اعشاریہ نظام پر مبنی ہے۔ نہ صرف اعشاری سکے رائج ہو گئے ہیں بلکہ اوزان اور ماپ تول کے پیمانے بھی اعشاری نظام کے مطابق رائج کئے جا رہے ہیں۔ البتہ ریونیو اشٹامپ اور رسیدی ٹکٹیں اب بھی ریاست کی اپنی الگ ہیں۔ مہاراجہ ہری سنگھ کے عہد حکومت تک ان اشٹاموں پر سابق مہاراجہ کی شبیہہ چھپی ہوتی تھی مگر اب آئین جموں و کشمیر کے تحت مقرر شدہ نشان ریاست STATE CREST چھپا ہوتا ہے۔

؎۶ ۱۳۱۱ھ اور ۱۳۲۱ھ کے سیلابوں سے متعلق تفصیلی بیان سر والٹر لارنس مرحوم (سابق کمشنر بندوبست، کشمیر) کی انگریزی کتاب "دی ویلی آف کشمیر" میں درج ہے۔

؎۷ ڈوگرہ راج کے تحت خوشی محمد خان دوسرا مسلمان گورنر تھا جس کے سپرد وادیٔ کشمیر کا یہ ذمہ دار عہدہ سونپا گیا۔ مشہور مورخ منشی محمد الدین فوق نے اپنے "کشمیری میگزین" مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۲۴ء میں لکھا کہ :-

"مسلمانوں کی کئی مساجد اور عبادتگاہیں جو سکھوں کے وقت میں بند کی گئی تھیں، ابھی تک مقفل پڑی ہیں۔ سکھوں نے ۲۷ برس کے راج میں وادیٔ کشمیر میں اپنی طرف سے دو مسلمان گورنر مقرر کئے۔ مگر ڈوگرہ راج کے تحت اٹھی برس کی طویل مدت میں بھی صرف دو مسلمان گورنر مقرر کئے گئے ہیں۔۔۔"

۵۔ صوبہ کشمیر کی طرح صوبہ جموں کیلئے بھی الگ گورنر مقرر کئے جاتے تھے۔ چند ایک کے نام بالترتیب یہ ہیں:۔ (۱) دیوان امرناتھ رائے (۲) رائے صاحب پنڈت ادھو چند (۳) رائے صاحب پنڈت لچھمن داس (۴) پنڈت رامچندر دوبے (۵) ٹھاکور کرتار سنگھ (۶) سردار حاکم سنگھ (عارضی) (۷) چوہدری چھاں سنگھ (۸) خانصاحب راجہ محمد افضل خان (۹) رائے بہادر کرنل بلدیو سنگھ پٹھانیہ (۱۰) وزیر فیروز چند (۱۱) پنڈت رگھناتھ مٹو (۱۲) دیوان دنپت راج (۱۳) مظفر احمد شہمیری (۱۴) راؤ رتن سنگھ (۱۵) چیت رام چوپڑہ

اس کے علاوہ گلگت کیلئے ایک الگ گورنر بریگیڈیر گنسارا سنگھ (۱۷ ساون ۲۰۰۳ بکرمی) کو مقرر ہوا۔ جسے بعد میں پاکستانیوں نے قیدی بنالیا۔

گورنری کا یہ عہدہ ۱۹۴۹ء تک قائم رہا جبکہ شیخ محمد عبداللہ کی وزارت عظمیٰ میں اس عہدہ کو ہی ختم میں لایا گیا۔ اس لحاظ سے خواجہ غلام نبی کشمیر کا آخری گورنر تھا۔ جو بعد میں کمشنر اور اب (۱۹۶۱ء میں) ریونیو سیکرٹری کے عہدہ پر تعینات ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ کشمیر میں گورنر کا عہدہ بھی قریب قریب ڈوگرہ راج کے ساتھ ہی ختم ہوا جس کے آخری حکمران، مہاراجہ ہری سنگھ نے ۱۹۴۹ء میں اپنے تخت سے، اپنے بیٹے یوراج کرن سنگھ کے حق میں دستبرداری کا اعلان کیا اور جو ۲۶ اپریل ۱۹۶۱ء کو بمبئی میں وفات پاگیا۔

چونکہ مہاراجہ ہری سنگھ کا عہد حکومت اور اس دور کے واقعات وحالات خصوصاً تحریک آزادی کشمیر اس کتاب کے موضوع سے باہر ہے۔ اسلئے اس کتاب کو یہیں پر ختم کیا جاتا ہے

ضمیمہ

کشمیر سے متعلق بعض اہم مسودات

اور

مطبوعہ کتابوں کی فہرست

فہرست کتب سنسکرت و ہندی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	بابت مدت
۱	نیلہ مت پوران	کلہن پنڈت	قدیم زمانہ کشمیر
۲	راج ترنگنی	کلہن پنڈت	از ابتدای تاریخ تا سنہ ۱۱۵۰ء
۳	راجاولی (دیوتیہ رازہ ترنگنی)	پنڈت جونراج	از سنہ ۱۱۵۰ء تا سنہ ۱۴۵۹ء
۴	زینہ راج ترنگنی	پنڈت شریدر	از سنہ ۱۴۵۹ء تا سنہ ۱۴۸۶ء
۵	راج ولی پاٹھک	پنڈت پرجہ بھٹ	از سنہ ۱۴۸۶ء تا سنہ ۱۵۱۲ء
۶	راج ترنگنی	شوکہ پنڈت	از سنہ ۱۵۱۲ء تا سنہ ۱۵۹۶ء
۷	کشمیر درشن (ہندی)	شاستری مراری لال ناگر	شایع شدہ سنہ ۱۹۵۱ء لکھنؤ

تمت

فہرست کتب فارسی و عربی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تحریر یا اشاعت
۱	ہند	البیرونی	
۲	مراج الذہب	مسعودی	سنہ ۱۸۴۱ء (انگریزی ترجمہ لندن)
۳	تاریخ نادری	ملا نادری	بڈشاہ کے زمانہ میں تحریر کی گئی۔ مسودہ نایاب ہے۔
۴	تاریخ وقایع کشمیر	ملا احمد کاشمیری	مسودہ دستیاب نہیں۔
۵	تاریخ قلمرو کشمیر	قاضی ابراہیم	فتح شاہ کے زمانے میں سنہ ۱۵۰۵ سنہ ۱۵۱۲ کے درمیان لکھی گئی۔
۶	تاریخ رشیدی	مرزا حیدر دوغلت	سنہ ۱۵۴۵-۴۱ء انگریزی ترجمہ ۱۸۹۵ء میں لندن میں شائع ہوا
۷	تاریخ کشمیر	سید علی بن محمد منوی خانقاہ معلی مریدی	محمد شاہ کے عہد حکومت میں ۱۵۲۰-۲۱ء کے دوران تحریر کی گئی۔
۸	تاریخ کشمیر	ملا حسن قاری	چک حکمرانوں کے وقت میں لکھی گئی۔
۹	آئین اکبری و اکبرنامہ	ابوالفضل علامی	مغل بادشاہ اکبر کے دوران تحریر کئے گئے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تحریر یا اشاعت
۱۰	منتخب التواریخ	حسن بیگ	مغل حکمران اکبر کے دوران تحریر کی گئی۔
۱۱	طبقات اکبری	بخشی نظام الدین احمد	ایضاً۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے اہتمام سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔
۱۲	گلزار ابراہیمی (تاریخ فرشتہ)	محمد قاسم فرشتہ	مغلیہ عہد میں تحریر کی گئی
۱۳	معاصر رحیمی	ملا عبدالباقی نہاوندی	ایضاً۔ ۱۹۲۴ء میں کلکتہ میں شائع ہوئی۔
۱۴	تزک جہانگیری	شہنشاہ جہانگیر	انگریزی ترجمہ دو جلدوں میں لندن میں بالترتیب ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا۔
۱۵	تاریخ کشمیر	حیدر ملک چاڈورہ	۱۰۳۰-۲۷ ہجری ۱۶۲۰-۲۱ء
۱۶	بہارستان شاہی	سید محمد مہدی	۱۰۲۲ ہجری مطابق ۱۶۱۳ء
۱۷	منتخب التواریخ	نراین کول اعجاز	۱۱۲۲ ہجری مطابق ۱۷۱۰ء
۱۸	نوادر الاخبار	رفیع الدین احمد غافل	۱۱۳۶ ہجری مطابق ۱۷۲۳ء
۱۹	واقعات کشمیر (تاریخ اعظمی)	خواجہ محمد اعظم کول مستغنی دیدہ مری	۱۷۴۴ء
۲۰	گوہر عالم	ابوالقاسم محمد اسلم منعمی خلف خواجہ محمد اعظم دیدہ مری	
۲۱	شاہ نامہ کشمیر	ملا محمد توفیق۔ محمد جان شامی ملا حسن۔ محمد علی خان متین رحمت اللہ نوید وغیرہ	یہ کتاب راجہ سکھ جیون مل گورنر کشمیر کے اہتمام سے ترتیب دی گئی۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تحریر یا اشاعت
			جو احمد شاہ درانی کی جانب سے کشمیر کا ناظم تھا۔
۲۲	باغ سلیمان	میر سعد اللہ شاہ آبادی	سنہ ۱۱۹۴ ہجری مطابق سنہ ۱۷۸۰ء
۲۳	تکمیلہ تاریخ اعظمی	شیخ الاسلام مولوی ہدایت اللہ متو	سنہ ۱۲۰۶ھ سنہ ۱۷۹۱ء
۲۴	وقائع نظامی (نظام الوقائع)	نظام الدین محمد شاہ مفتی	
۲۵	تاریخ کشمیر	مولوی خیر الدین	
۲۶	لب التواریخ	بہاؤ الدین خانیاری	سنہ ۱۲۴۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۲۷ء
۲۷	شجاع حیدری	محمد حیدر	سنہ ۱۲۵۶ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۰ء۔ آصفیہ لائبریری حیدر آباد میں اس کتاب کا مسودہ موجود ہے
۲۸	ظفر نامہ رنجیت سنگھ	امر ناتھ	
۲۹	تاریخ پنجاب	غلام الدین بوتی شاہ علوی قادری	کتاب کا مسودہ برٹش میوزیم میں موجود ہے
۳۰	تاریخ کشمیر	پنڈت بیربل کاچرو	سنہ ۱۲۵۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۳۵ء میں یہ کتاب شروع کی گئی۔
۳۱	خلاصۃ التواریخ	مرزا سیف الدین بیگ	سنہ ۱۲۴۷ ہجری مطابق سنہ ۱۸۵۷ء
۳۲	تاریخ کشمیر	ملا محمد خلیل مرجان پورہ	
۳۳	تاریخ کشمیر	میر عزیز اللہ قلندر	مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں لکھی گئی۔
۳۴	گلزار کشمیر	دیوان کرپا رام	سنہ ۱۸۶۴ء۔ لاہور

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تحریر یا اشاعت
۳۵	گلاب نامہ	دیوان کرپا رام	سنہ ۱۸۶۴ء۔ لاہور
۳۶	تاریخ کشمیر	پیر حسن شاہ کھیوہامی	سن ولادت سنہ ۱۸۳۲ء سن وفات سنہ ۱۸۹۸ء محکمہ ریسرچ اینڈ پبلیکیشن نے شائع کیا۔
۳۷	تاریخ کبیر	حاجی محی الدین مسکین سرائے بلی	سنہ ۱۳۲۲ ہجری
۳۸	رسالہ داد خانی شالبافی	حاجی مختار شاہ اعشائی	سنہ ۱۸۸۷ء
۳۹	طبقات اکبری	خواجہ نظام الدین احمد بخشی	سنہ ۱۲۲۹ ہجری
۴۰	عمدۃ التواریخ	پنڈت سوہن لال	سنہ ۱۸۸۸ء
۴۱	منتخب التواریخ	ملا عبدالقادر بدایونی	
۴۲	تاریخ فرشتہ المعروف گلزار ابراہیمی	ملا محمد قاسم	سنہ ۱۸۲۳ء (بمبئی)
۴۳	سیر المتاخرین	منشی غلام حسین طبطبائی	سنہ ۱۸۶۶ء (لکھنو)
۴۴	خزینۃ الاصفیا	غلام سرور	سنہ ۱۲۸۴ ہجری (لکھنو)
۴۵	ظفر نامہ رنجیت سنگھ (فارسی شعر میں)	کنہیا لال	" ۔ لاہور

[نوٹ :- کتاب نمبر ۱، ۲ عربی میں ہیں۔ باقی سب فارسی میں ہیں]

فہرست کتب اُردو

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتب	سنہ اشاعت
۱	منشی محمد الدین فوق	مکمل تاریخ کشمیر	سنہ ۱۹۱۰ء
۲	״	سفر نامہ کشمیر	سنہ ۱۹۰۷ء
۳	״	تاریخ بڈشاہی	سنہ ۱۹۴۴ء
۴	״	تاریخ اقوام کشمیر (تین جلد)	لاہور
		تاریخ اقوام پونچھ	״
۵	״	خواتین کشمیر	״
۶	״	کشمیر کی رانیاں	
۷	״	نامطبوعہ مسودات :- (۱) گلاب نامہ (۲) مزار الشعرا (۳) کشمیر کا نادر شاہ (۴) راجہ سکھ جیون مل۔	
۸	مولوی محمد الدین حنفی	روضۃ الابرار۔ تذکرہ حضرات کشمیر	سنہ ۱۸۸۳ء
۹	مفتی محمد شاہ سعادت	بیان کشمیر	سنہ ۱۳۵۱ھ
۱۰	״	حالات سلطان سکندر و خانقاہ معلی	سنہ ۱۳۵۵ھ
۱۱	״	تذکرۃ المتقی	سنہ ۱۹۳۷ء
۱۲	״	مناقب السادات	سنہ ۱۳۵۶ ہجری
۱۳	״	یادگار عجائب	۱۹۳۳ء
۱۴	״	فتوحات ربانی	سنہ ۱۹۳۳ء

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتب	سنہ اشاعت
۱۵	مفتی محمد شاہ سعادت	حالات یوز آصف	
۱۶	"	حیات صرفی	سنہ ۱۳۵۶ ہجری
۱۷	"	بلبل شاہ صاحب	سنہ ۱۳۶۰ ہجری
۱۸	"	کلام علی	سنہ ۱۳۶۰ ہجری
۱۹	رائے بہادر پنڈت شیو نرائن شمیم۔	"زمانہ" کشمیری موسیقی	سنہ ۱۹۱۶ء
۲۰	منشی غلام حسین طبطبائی	سیر المتاخرین	سنہ ۱۸۹۷ء
۲۱	ظہور الحسن ناظم سیہوردی	نگارستان کشمیر	سنہ ۱۹۳۳ء
۲۲	مولوی ذکاء اللہ	تاریخ ہندوستان	سنہ ۱۹۱۷ء
۲۳	خان اکبر شاہ نجیب آبادی	مولینا غنی کاشمیری	
۲۴	مفتی علاء الدین محمد	مختصر تاریخ کشمیر	سنہ ۱۳۰۱ ہجری
۲۵	منشی گنیش لال	تحفہ کشمیر	سنہ ۱۸۴۶ ہجری
۲۶	پیرزادہ غلام احمد مہجور	حیات رحیم	سنہ ۱۸۴۰ھ۔ لاہور
۲۷	پنڈت ہرگوپال خستہ	گلدستۂ کشمیر	سنہ ۱۸۸۳ھ لاہور
۲۸	چراغ حسن حسرت	کشمیر	سنہ ۱۹۴۸ء لاہور
۲۹	الحاج مولوی حشمت اللہ خان	مختصر تاریخ جموں وریاست ہائے مفتوحہ	سنہ ۱۹۳۹ء لکھنؤ
۳۰	ٹھاکر کاہن سنگھ بلاوریہ (بسوہلی)	سوانح عمری مہاراجہ رنبیر سنگھ	سنہ ۱۹۸۰ب لاہور
۳۱	غلام سرور فگار	نوائے کشمیر	سنہ ۱۹۵۷ء کلکتہ
۳۲	مطبوعات ڈویژن حکومت ہند	دفاع کشمیر	سنہ ۱۹۴۹ء دہلی
۳۳	پولیٹیکل سٹڈی گروپ سرینگر	کشمیر میں سامراجی سازش	سنہ ۱۹۵۴ء دہلی

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتب	سنہ اشاعت	
۳۴	مولینا محمد سعید مسعودی	آزادیٔ کشمیر	سنہ ۱۹۴۷ء	لاہور
۳۵	جی۔ کے۔ ریڈی	ثبوت جرم	سنہ ۱۹۴۹ء	دہلی
۳۶	مرزا محمد افضل بیگ	زرعی اصلاحات	سنہ ۱۹۴۹ء	سرینگر
۳۷	پنڈت پرتھوی ناتھ کول	تصویر کشمیر	سنہ ۱۹۵۱ء	دہلی
۳۸	مولینا محمد سعید مسعودی	کشمیر۔ مسلم نقطہ نظر سے	سنہ ۱۹۵۱ء	دہلی
۳۹	ڈاکٹر ذاکر حسین	کشمیر کے متعلق بھارتی مسلم رہنماؤں کا توجہ نامہ	سنہ ۱۹۵۱ء	دہلی

اس کے علاوہ کشمیر سے متعلق مختلف موضوعات پر جو پمفلٹ پاکستان کے شایع ہوئے ہیں، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:-

(۱) طبل و علم جگن ناتھ آزاد (۲) نقش مستقل اختر رضوانی (۳) باپو اور کشمیر (۴) وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ کی نشری تقریر دیکم جنوری سنہ ۱۹۴۹ء) (۵) چودہ گولیاں (۶) چودھری غلام عباس اور مسلم کانفرنس (۷) ہندوستان کی اقلیتیں (۸) ندائے شیر کشمیر (۹) یہ پاکستان ہے (۱۰) ہند سے اپنا ناطہ (۱۱) جاگیر شاہی کا پوسٹ مارٹم۔ (۱۲) فورے ون (۱۳) پہاڑی گھروں میں نیا کشمیر (۱۴) سیر پاکستان (۱۵) تعمیر (سنہ ۱۹۴۹ء) (۱۶) کشمیر کہاں سے کہاں مصنفہ غلام محی الدین ہمدانی (۱۷) خطبات شیر کشمیر (۱۸) آزادی اور اتحاد کا پیغام (۱۹) حلف وفاداری (۲۰) سیلانی کا فیصلہ (۲۱) خطبہ استقبالیہ از بخشی غلام محمد سنہ ۱۹۴۹ء (۲۲) خطبہ صدارت از شیخ محمد عبداللہ سنہ ۱۹۴۹ء (۲۳) پیغام حق (۲۴) نیا کشمیر (۲۵) عہد و پیمان حضرت بل (۲۶) پاکستانی ریاستیں (۲۷) صداقت کی آواز (۲۸) نیا راستہ مصنفہ غلام محی الدین قرہ (۲۹) ہم نے پاکستان میں کیا دیکھا (۳۰) کشمیر اور ہند ناقابل تقسیم ہیں (۳۲) انقلاب چینی (۳۳) لڑائی بند کرنے کی قرار داد اور اس کی وضاحت۔ وغیرہ

فہرس کتب انگریزی، سفرنامہ جات وغیرہ

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	سنہ اشاعت و مقام اشاعت
۱	جارج فارسٹر	سفرنامہ ہندوستان، کشمیر، افغانستان و ایران	سنہ ۱۸۰۸ء لندن
۲	ولیم مورکرافٹ	ٹریولزان دی ہمالیاز	سنہ ۱۸۴۱ء - لندن
۳	وکٹر جیکوماونٹ	"ٹریولزان انڈیا"	سنہ ۱۸۳۱ء ،،
۴	ڈاکٹر ایچ۔ فالکونر	"میموریئس آن کشمیر اینڈ لٹل تبت"	سنہ ۱۸۳۰-۳۷ء ،،
۵	سی۔ الیف۔ وان ہیوگل	"ٹریولزان کشمیر اینڈ پنجاب"	سنہ ۱۸۴۰ء ،،
۶	جی۔ ٹی۔ وگنی	"ٹریولزان کشمیر، لداخ، اینڈ اسکردو"	سنہ ۱۸۴۲ء ،،
۷	کپتان ایچ۔ ایچ۔ گاڈون آسٹن	"رائل جیاگرافیکل سوسائٹی جرنل"	سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء ،،
۸	رابرٹ شاہ	یارقند اینڈ کاشغر	سنہ ۱۸۶۸ء ،،
۹	ڈبلیو ایچ۔ جانسن	لیہ ٹو ختن	سنہ ۱۸۶۸ء ،،
۱۰	جی۔ ایس۔ ڈبلیو۔ ہیوارڈ	رائل جیاگرافیکل سوسائٹی جرنل جلد ۴۰	سنہ ۱۸۶۹ء ،،
۱۱	ڈاکٹر جی۔ ہینڈرسن	لاہور ٹو یارقند	سنہ ۱۸۷۰ء ،،
۱۲	ہاولڈر	جرنی تھرو چترال	سنہ ۱۸۷۲ء ،،
۱۳	ڈاکٹر الیف۔ سٹولز کا	جیالوجیکل نوٹ آن روٹ ٹو یارقند اینڈ کاشغر	سنہ ۱۸۷۳ء ،،
۱۴	کرنل ٹی۔ گورڈن	روف آف دی ورلڈ	سنہ ۱۸۷۳ء ،،

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	سنہ اشاعت	مقام اشاعت
۱۵	ڈاکٹر ایچ۔ ڈبلیو۔ بلیو	کشمیر اینڈ کاشغر	۱۸۷۵ء	لندن
۱۶	فریڈرک ڈریو	جموں اینڈ کشمیر ٹری ٹریز بشمول نقشہ جات	۱۸۷۵ء	"
۱۷	آر لیڈیکر	جیالوجی آف کشمیر اینڈ چمبہ	۱۸۸۳-۸۶ء	"
۱۸	کیپٹن۔ ایچ۔ ٹراٹر	رائل جیاگرافیکل سوسائٹی جرنل اور "روٹس آف یارقند مش"	۱۸۷۸ء	"
۱۹	کرنل جے۔ بیدولف	ٹرائبس آف ہندوکش	۱۸۸۰ء	"
۲۰	ولسن	اسٹری ان ابوڈ آف سنو	۱۸۸۰ء	"
۲۱	لیفٹننٹ ایچ۔ ایچ۔ کول	السٹریشن آف اینشنٹ بلڈنگس ان کشمیر	۱۸۸۰ء	"
۲۲	لفٹنٹ کرنل ٹی۔ جی۔ منٹگمری	روٹس ان ویسٹرن ہمالیاز (نوٹ:۔ اس کتاب میں میجر سی۔ ای۔ بیٹس نے ایزادات کئے ہیں)	۱۸۸۳ء	"
۲۳	جے۔ ڈولیٹ	گائیڈ ٹو کشمیر	۱۸۸۴ء	"
۲۴	جے۔ نارتھم	گائیڈ ٹو مسوری وغیرہ	۱۸۸۴ء	"
۲۵	اے۔ ڈی۔ کیری	"روٹس ان سنٹرل ایشیا" (رائل جیاگرافیکل سوسائٹی جرنل۔ جلد ۸)	۱۸۸۷ء	"
۲۶	سی۔ ایف۔ گلبرٹ	ہنٹس ٹو ٹریولیرز ان کشمیر	۱۸۸۷ء	"
۲۷	ڈاکٹر جے۔ انسی	ہینڈ بک ٹو کشمیر بشمول نقشہ جات	۱۸۸۸ء	"

(نوٹ:۔ اس کتاب کو ڈاکٹر جوشیا ڈیوک نے نئے سرے سے ترتیب دی)

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	سنہ اشاعت و مقام اشاعت
۲۸	ٹی۔ ڈی۔ لا۔ ٹوچ	رپورٹس آف جموں کول فیلڈس اینڈ سپائر مائنز	۱۸۸۸ء لندن
۲۹	ڈاکٹر آرتھر نیو	ٹورسٹ گائیڈ ٹو کشمیر	۱۸۸۸ء ״
۳۰	میجر ای۔ وارڈ	سپورٹس مین س گائیڈ ٹو کشمیر اینڈ لداخ	۱۸۸۸ء ״
۳۱	مسز موورے ایسٹرلے	"اَوَر وزٹ ٹو کشمیر اینڈ لداخ"	۱۸۸۸ء ״
۳۲	کاد لے لیمبرٹ۔	ٹریولز ٹو کشمیر اینڈ لداخ	۱۸۸۸ء ״
۳۳	ایچ۔ اے۔ روز	گائیڈ ٹو ڈلہوزی اینڈ نیبرنگ ہلز	۱۸۹۱ء ״
۳۴	کیپٹن ایچ۔ ریمزے	نوٹس آف منیجمنٹ آف لداخ روٹس	۱۸۹۱ء ״
۳۵	کیپٹن ٹی۔ ای۔ ینگ ہسبنڈ	رائل جیاگرافیکل سوسائٹی جرنل جلد ۱۴	۱۸۹۲ء ״
۳۶	ای۔ الیف۔ نائٹ۔	"ویر تھری ایمپائرز میٹ" (بشمول نقشہ جات)	۱۸۹۳ء ״
۳۷	سر ڈبلیو۔ ایم۔ کانوے۔	"روٹ فرام گلگت ٹو بلتستان"	۱۸۹۳ء ״
		(رائل جیاگرافیکل سوسائٹی جرنل۔ جلد ۱-۲)	۱۸۹۴ء ״
۳۸	دی ارل آف ڈن مور	"دی پامیرس"	۱۸۹۳ء ״
۳۹	ڈاکٹر ایڈت ہنٹلے	"نوٹس آف جرنی کانگرٹ ٹو لداخ"	۱۸۹۳ء ״
۴۰	ایچ۔ لانس۔ ڈیل	"چائنیز سنٹرل ایشیا" (بشمول نقشہ جات)	۱۸۹۳ء ״
۴۱	لفٹنٹ کرنل ایچ۔ اے۔ ٹیسا	"سپورٹس مین س مینول ٹو کلو۔ لاہول اینڈ لداخ	۱۸۹۳ء ״

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	سنہ اشاعت	مقام اشاعت
۴۲	میجر ای۔ گورڈن فاربس	"روٹ فرام شملہ ٹو شپکی"	۱۸۹۳ء	لندن
۴۳	میجر سی۔ ایس چمبر لینڈ	سپورٹ آف دی پامیرس	۱۸۹۵ء	"
۴۴	سر جی۔ ایس۔ رابرٹسن	"دی کافرس آف ہندو کش (بمعہ نقشہ)"	۱۸۹۶ء	
۴۵	ایس۔ جے۔ رسٹون	"ان اینڈ بیانڈ دی ہمالیاز"	۱۸۹۶ء	"
۴۶	مسز مورے این۔ سلے	"اور ویزٹ ٹو ہندوستان کشمیر اینڈ لداخ"	۱۸۷۹ء	"
۴۷	جیمس آر۔ بھوتناٹ	"اے ٹرپ ٹو کشمیر"	۱۹۰۰ء	کلکتہ
۴۸	آر۔ سی۔ آرورا	"ان دی لینڈ آف کشمیر لداخ اینڈ گلگت"	۱۹۴۰ء	آگرہ
۴۹	اوٹو راتھفیلڈ	"ودھ پن اینڈ رائفل ان کشتواڑ"	۱۹۱۸ء	بمبئی
۵۰	مسٹر اے کرمپ	اے رائیڈ ٹو لیہہ	۱۹۱۹ء	شملہ
۵۱	ہنری ویڈ وارڈ	"سپورٹ ان ہائی لینڈس آف کشمیر"	۱۸۹۸ء	لندن
۵۲	آئیر لینڈ	"وال سٹریٹ ٹو کشمیر"	۱۸۵۹ء	"
۵۳	کوئلی لیمبرٹ	"اے ٹرپ ٹو کشمیر اینڈ لداخ"	۱۸۷۷ء	"
۵۴	میبر ٹیا ڈھولی	"افٹ تھرو کشمیر ویلیز"	۱۹۰۲ء	"
۵۵	ٹی۔ آر۔ سوین برن	"اے ہالی ڈے ان دی ہیپی ویلی ودھ پن اینڈ پنسل"	۱۹۰۷ء	"

فہرس کتب انگریزی (پولیٹیکل وغیرہ)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ و مقام اشاعت
۱	لداخ	سر الگزنڈر کننگھم	سنہ ۱۸۵۴ء - لندن
۲	انشنٹ جغرافی آف انڈیا	"	سنہ ۱۸۷۱ء "
۳	جموں اینڈ کشمیر ٹری ٹریز	فریڈرک ڈریو	سنہ ۱۸۷۵ء "
۴	نادرن بریر آف انڈیا	"	سنہ ۱۸۷۷ء "
۵	ٹریولز ان لداخ تارتاری اینڈ کشمیر	لفٹنٹ کرنل ٹارنز	سنہ ۱۸۶۳ء "
۶	جرنلز ان حیدر آباد کشمیر سکم اینڈ نیپال	سر رچرڈ ٹمپل اینڈ کیپٹن آر۔ ایس ٹمپل	سنہ ۱۸۸۷ء "
۷	دی ایبوڈ آف سنو	اے۔ ولسن	سنہ ۱۸۷۵ء "
۸	دی بدھازم آف تبت آر لامازم	ایل۔ اے۔ ویڈل	سنہ ۱۸۹۵ء "
۹	اے ہسٹری آف آرکیٹکچر	جیمس فرگوسن	سنہ ۱۸۶۸ء "
۱۰	تھرو ان نون تبت	ایم۔ ایس۔ ویلبی	سنہ ۱۸۹۸ء "
۱۱	وہیر تھری ایمپائرز میٹ	ای۔ ایف۔ نائٹ	سنہ ۱۸۹۳ء "
۱۲	دی ویلی آف کشمیر	سر والٹر لارنس	سنہ ۱۸۹۵ء "
۱۳	دی کافرس آف دی ہندوکش	سر جان سکاٹ رابرٹسن	سنہ ۱۸۹۶ء "
۱۴	تھرٹی ییرس ان کشمیر	ڈاکٹر ارنسٹ نیو	سنہ ۱۹۱۲ء "
۱۵	بیانڈ دی پیر پنجال	"	سنہ ۱۹۱۵ء "

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ و مقام اشاعت
۱۶	اکراس دی روف آف دی ورلڈ	پی۔ٹی۔ایتھرٹن	۱۹۱۱ء۔ لندن
۱۷	اے ہسٹری آف دی سکھس	جوزف کنگھم	۱۹۱۸ء ”
۱۸	کشمیر	سر فرانسس ینگ ہسبنڈ	۱۹۱۷ء ”
۱۹	ارلی جیزوئیٹ ٹریولرز ان سنٹرل ایشیا	سی۔ویسلز	۱۹۲۴ء، ہیگ
۲۰	ہسٹری آف ویسٹرن تبت	اے۔ایچ۔فرینکی	لندن
۲۱	ان ہمالین تبت	ڈاکٹر اینڈ مسز اے۔آر۔ہبر	”
۲۲	دی سکھ ریلیجن	ایم۔اے۔میکالیف	۱۹۰۹ء آکسفورڈ
۲۳	دی مغل گارڈنز آف کشمیر	جے۔ایچ۔نکولس	لندن
۲۴	گارڈنز آف گریٹ مغلز	مسز سی۔ایم۔ولیئرس سٹوارٹ	۱۹۱۳ء ”
۲۵	کشمیر ان سنلائٹ اینڈ شیڈ	سی۔ای۔ٹنڈل بسکو	۱۹۲۲ء ”
۲۶	آٹو بیو گرافی		۱۹۵۱ء ”
۲۷	دی بلڈنگ آف دی جموں اینڈ کشمیر سٹیٹ	پنڈت ارجن ناتھ سپرو	۱۹۳۱ء لاہور
۲۸	دی جیزوئیٹ اینڈ گریٹ مغل	سر ایڈورڈ میکلاگن	۱۹۳۲ء لندن
۲۹	انشنٹ مانومنٹس آف کشمیر	پنڈت رام چندر کاک	۱۹۳۳ء ”
۳۰	کشمیر سپیکس	پرتھوی ناتھ کول	۱۹۵۰ء ”
۳۱	دی فاؤنڈنگ آف کشمیر سٹیٹ	سردار کے۔ایم۔پانیکر	۱۹۵۳ء ”
۳۲	”کشمیر“	صوفی غلام محی الدین	۱۹۴۸ء لاہور
۳۳	ہارنڈ موون	آئن۔سٹیفنس	۱۹۵۳ء لندن
۳۴	ٹائم آنلی ٹو لک فارورڈ	لارڈ مونٹ بیٹن	۱۹۴۹ء لندن

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	سنہ و مقام اشاعت
۳۵	ہسٹری آف سٹرگل فار فریڈم آف کشمیر	پنڈت پریم ناتھ بزاز	۱۹۵۴ء نئی دلی
۳۶	ڈینجر ان کشمیر	جوزف کاربل	۱۹۵۴ء پرنسٹن
۳۷	ابوڈ آف سنو	کینتھ میزن	۱۹۵۵ء لندن
۳۸	دی سٹرگل فار کشمیر	میچل برچر	۱۹۵۳ء نیویارک
۳۹	مشن وِتھ ماؤنٹ بیٹن	ایلن کیمبل جونسن	۱۹۵۱ء لندن
۴۰	ڈونیشنز اینڈ کشمیر	لارڈ بردوڈ	۱۹۵۶ء "
۴۱	کشمیر	جیمس پی۔ فرگوسن	۱۹۶۱ء "
۴۲	ہسٹری آف کشمیر	پنڈت آنند کول بامزئی	۱۹۱۰ء کلکتہ
۴۳	جموں اینڈ کشمیر اسٹیٹ	"	۱۹۲۵ء "
۴۴	ایسٹ اینڈ ویسٹ	"	۱۹۱۵ء "
۴۵	لائف آف للہ ایشوری	"	۱۹۲۱ء "
۴۶	لائف آف نندہ ریشی	"	۱۹۳۰ء بمبئی
۴۷	کشمیر انڈر دی سکھس	"	۱۹۲۴ء کلکتہ
۴۸	کشمیری پنڈت	"	
۴۹	کشمیر ڈیورنگ دی مغل پیریڈ	"	
۵۰	کشمیر اینڈ اِٹس پرنس	جے۔ سی۔ باسو	۱۸۸۹ء کلکتہ
۵۱	گزیٹیر آف کشمیر	کیپٹن بیٹس و میجر چارلس ایلی سن	۱۸۱۳ء "
۵۲	انسائیڈ آف کشمیر	پنڈت پریم ناتھ بزاز	۱۹۴۱ء سرینگر
۵۳	کشمیر۔ ایڈن آف دی ایسٹ پنہ۔	ایس۔ این۔ در	۱۹۴۵ء الہ آباد

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	سنہ اشاعت
۵۴	پنڈت گواشہ لال کول	"اے شارٹ ہسٹری آف کشمیر"	سنہ ۱۹۳۲ لاہور
۵۵	پنڈت جیالال کول جلالی	"اکانومکس آف فوڈ گرینز ان کشمیر"	سنہ ۱۹۳۱ لاہور
۵۶	پنڈت سمسار چند کول	"بیوٹی فل ویلیز آف کشمیر"	سنہ ۱۹۴۲ سری نگر
۵۷	مسٹر غلام حسن خان	"اریگیشن، فوڈ اینڈ فلڈ پرابلم ان کشمیر"	سنہ ۱۹۶۱ سرینگر
۵۸	پبلیکیشن ڈویژن گورنمنٹ آف انڈیا	"ڈیفینڈنگ کشمیر"	سنہ ۱۹۴۹ دہلی
۵۹	ایس۔ این۔ در	"کشمیر سٹوری"	
۶۰	مہندر بل	"دکھی کشمیر"	
۶۱	ایس۔ اے۔ لطیف	کشمیر آن ٹرائل"	سنہ ۱۹۴۷ لاہور
۶۲	شیخ محمد عبداللہ	"کوئٹ کشمیر"	سنہ ۱۹۴۹ لاہور
۶۳	کمودی	"کشمیر — اٹس کلچرل ہریٹیج"	سنہ ۱۹۵۲ کالکتہ
۶۴	ایس۔ این۔ شیوپوری	"گریم ساگا"	سنہ ۱۹۵۳ کلکتہ
۶۵	بخشی غلام محمد	"کشمیر ٹوڈے"	سنہ ۱۹۴۸ بمبئی
۶۶	جے۔ کے۔ بینرجی	"رپورٹ آن کشمیر"	
۶۷	جی۔ ایس۔ راگھون	"وارننگ آف کشمیر"	سنہ ۱۹۳۱ الہ آباد
۶۸	ڈی۔ آر۔ پرکاش	"فائٹ فار کشمیر"	سنہ ۱۹۴۸ دہلی
۶۹	مس پی۔ پیری	"کشمیر دی لینڈ آف سٹریمز اینڈ سالیچوڈ"	لنڈن
۷۰		"کشمیر اِٹس گورنمنٹ"	سنہ ۱۸۹۳ لندن
۷۱	تھامس مور	"لالہ رُخ"	سنہ ۱۸۹۳ لندن
۷۲	جے۔ ایچ۔ ناولز	فوک ٹیلز آف کشمیر	سنہ ۱۹۵۴ لندن
۷۳	پیئرس گریوس	سن اِن کشمیر"	سنہ ۱۹۵۴ لندن

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	مقام و سنہ اشاعت
۷۴	مانک جی، پتھاوالا	"این انٹروڈکشن ٹو کشمیر"	۱۹۵۰ء آکسفورڈ یونیورسٹی پریس
۷۵	ای سی، بائیلاٹ	"فوٹین جرنی فرام پیکنگ ٹو کشمیر"	۱۹۳۶ء
۷۶	بی جے، ایف نیویل	"تپکچ زران کشمیر"	۱۸۸۲ء، نیو پورٹ
۷۷	درگا داس باسو	"یونین جیوریسڈکشن اوور جموں اینڈ کشمیر"	
۷۸	پرلش سنگھ سورجیت	"کشمیر اینڈ اٹس فیوچر"	۱۹۵۵ء، دہلی
۷۹	بی جے- این- گنجہار / پی- این- گنجہار	"بدھ ازم ان کشمیر اینڈ لداخ"	۱۹۵۹ء نئی دہلی
۸۰	لیفٹننٹ کرنل ایم- کیمپن	"تھنڈر اوور کشمیر"	۱۹۵۵ء، کلکتہ
۸۱	پی- ایس- ہنڈرف	"ٹو ودھان فرام کاشغر ٹو کشمیر"	۱۹۳۵ء لندن
۸۲	جان کلارک	"ہنزہ"	۱۹۵۷ء لندن
۸۳	مہندر پال	"اے واز آن دی کشمیر فرنٹ"	دہلی
۸۴	موتی میناکس	"کشمیر"	
۸۵	او- کونر	"چارم آف کشمیر"	
۸۶	میجر کون پیرز	"میجک لداخ"	
۸۷	پنڈت پریم ناتھ بزاز	"ڈاٹرس آف وتستا"	۱۹۵۹ء دہلی
۸۸	پروفیسر محب الحسن	"کشمیر انڈر دی سلطانس"	۱۹۵۵ء کلکتہ
۸۹	ڈاکٹر سنیل چندر رائے	"ارلی ہسٹری اینڈ کلچر آف کشمیر"	
۹۰	بلراج مدھوک	"کشمیر ڈیوائیڈ"	۱۹۵۹ء لکھنؤ

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	مقام و سنہ اشاعت
٩١	مس. مارگریٹ پارٹن	"لیف اینڈ فلیم" صفحات ۱۲۵ تا ۱۷۰	۱۹۶۰ء لندن
٩٢	رابرٹ ٹرمبل	"ایز آئی سی انڈیا" صفحات ۹۸ تا ۱۰۵	۱۹۵۷ء لندن
٩٣	لفٹننٹ کرنل ایچ۔ اے میسنول	"ٹوپی اینڈ ٹربن"	سنہ لندن
٩٤	لالہ رخ پبلکیشن سرینگر	"کشمیر ان سیکیورٹی کونسل"	۱۹۵۲ دہلی
٩٥	"	"کی ٹو کشمیر"	۱۹۵۲ دہلی
٩٦	انفارمیشن سروس آف انڈیا	"کشمیر (شری وی۔ کے کرشنامینن کی سیکیورٹی کونسل میں تقاریر)"	۱۹۵۷ء نئی دہلی
٩٧	ٹی۔ وی۔ پرسورام	"اے میڈل فار کشمیر"	دہلی
٩٨	اے۔ ایس۔ این۔ واڈیا	"ان دی لینڈ آف لالہ رخ"	۱۹۴۱ء لندن

Printed at
The Kashmir Mercantile Press
Residency Road Srinagar.